الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد23 | جمعۃ المبارک18مارچ 2016ء | 08/جمادی الثانی 1437 ہجری قمری ❁ 18/امان 1395 ہجری شمسی | شمارہ12

چشم پوشی اورعطا

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اونٹنی گم ہوگئی۔ایک اعرابی کوملی تواس نے رسول اللہؐ کوتحفہ کےطور پر دی۔لیکن رسول اللہؐ نے اسے یہ بتائے بغیرکہ یہ میری ہی اونٹنی ہےاس کوسات اونٹنیاں تحفہ کےطور پردیں۔

(مسند احمد جلد 2صفحہ 292حدیث نمبر:7905)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

مَیں تمہارے لئے مقربین کی علامات بیان کروں گا۔یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کی روح کی شادابی کی حفاظت اللہ نے فرمائی ہے۔ وہ آسمان کا نور، زمین کی امان اور صادقوں کے امام ہوتے ہیں۔

"عَلَامَاتُ الْمُقَرَّبِیْن. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اے لوگو! اکٹھے ہوجاؤ، میں تمہارے لئے مقربین کی علامات بیان کروں گا۔یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کی روح کی شادابی کی حفاظت اللہ نے فرمائی ہے۔وہ خشک اورکم عقل شخص کی مانند نہیں ہوتے۔تو انہیں خوش شکل، خوبرو اور بھرپور جوان کی طرح پائے گا اور اس شخص کی طرح نہیں پائے گا جو دق کے مریض کی طرح لاغر ہوگیا ہو۔یہ وہ لوگ ہیں جن کے سینے کھول دیئے گئے اور ان کی کمریں مضبوط کی گئیں اور ان کے نور کو تابانی عطا کردی گئی۔انہوں نے اپنے آپ کو خدا کے سپرد کردیا۔وہ اللہ کی راہ میں کسی بھی تکلیف کی پرواہ نہیں کرتے خواہ ان کی رگ جان ہی کاٹ دی جائے۔ وہ صرف رب العالمین کی خاطر موت سے بچتے ہیں۔خلق ان کے دودھ سے پرورش پاتی ہے اور دل ان کے فیض سے مضبوط کردیئے جاتے ہیں۔وہ اس بیمار بکری کی طرح نہیں جس کا دودھ بیماری سے سرخی مائل ہوگیا ہو اور نہ اس شخص کی طرح ہے جس کی آنکھوں کے پپوٹے بیماری کے باعث مستقلاً الٹ گئے ہوں۔

وہ بھڑوں، بچھوؤں اور لومڑیوں کی سرزمین میں مبعوث کئے جاتے ہیں اور ایسے وقت مبعوث کئے جاتے ہیں جب فجار کی کثرت ہوتی ہے۔تو انہیں آلودگیوں سے بہت زیادہ بچنے والا پائے گا۔ان میں کوئی یبوست نہیں پائے گا اور نہ تو انہیں بخیل کی مانند پائے گا۔تو انہیں پائے گا کہ وہ اللہ کی خاطر اور اس سے پُرخلوص محبت کے لئے اپنی جانوں کو بیچتے ہیں اور اس کی رضا کی خاطر اس کی مخلوق سے ہمدردی کرتے ہیں اور تو انہیں دلّالوں کی طرح نہیں پائے گا۔لئیم اور کمینہ (شخص) انہیں مفتری تصور کرتا ہے حالانکہ وہ آسمان کا نور، زمین کی امان اور صادقوں کے امام ہوتے ہیں۔زمین ان کی ملاقات سے نفرت کرتی ہے اور آسمان ان کے دلائل کو روشنی بخشتا ہے اور وہ نافرمان لوگوں پر اللہ کی حجت ہوتے ہیں۔انہوں نے حلف اٹھا کر اللہ سے یہ عہد باندھ رکھا ہے کہ وہ اپنے نفسوں کے تابع فرمان ہو کر نہ کسی سے محبت کریں گے اور نہ عداوت اور وہ اس بات سے بھگوڑوں کی طرح بھاگتے ہیں اور انہوں نے اپنے ظاہر و باطن کو اپنے پروردگار کے حضور پیش کردیا ہے اور اس کی بارگاہ میں دنیا سے منقطع ہو کر آگئے ہیں۔انہوں نے سعادت کا پھل حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو فنا کردیا ہے اور ایک نئی پیدائش کے لئے موت قبول کرلی ہے۔انہوں نے قضاء و قدر کے تحت تمام درپیش خطرات میں داخل ہو کر اور ان پر صبر کرکے اپنے رب کو راضی کرلیا ہے۔انہوں نے خلوص اور مخلصین کی تمام شرائط کو ان کے تمام تقاضوں کے مطابق ادا کردیا ہے۔یہ (مقربین) بلاشبہ ایسے لوگ ہیں جنہیں اللہ نے اپنی ذات کی طرح مخفی رکھا ہوا ہے اور اس نے اپنے انوار ان پر برسائے ہیں اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی ہیئت، اپنی پیشانیوں اور علامات سے پہچانے جاتے ہیں اور اللہ کا نور ان کے چہروں پر چمکتا ہے اور ان کے چہروں کی آب و تاب سے نظر آتا ہے۔اور ان میں ایسی چمک ہوتی ہے جو ہرزہ گو لوگوں کو رسوا کردیتی ہے۔ان کے دشمنوں کی ایک بدبختی یہ ہے کہ وہ ان (مقربین) کے متعلق بدظنی کرتے ہیں لیکن اپنی اس بدظنی کو ثابت نہیں کرسکتے اور وہ متقی نہیں ہوتے۔وہ محض بھینگے، دھنسی ہوئی آنکھوں والے یا اندھے کی طرح ہیں اور بینا لوگوں میں سے نہیں۔ان کی پیشانی سخت کھردری ہے۔اور نفس مریل اونٹنی کی طرح ہے اور ان کے دل سیاہ ہیں اگرچہ ان کے تہہ بند خرجاء کی مانند سفید ہوں (خَرْجَاء: ایسی بکری جس کی صرف پچھلی دونوں ٹانگیں کوکھوں تک سفید ہوتی ہیں) اور وہ اژدہا کی مانند ہیں۔وہ اہل اللہ سے عداوت رکھتے ہیں اور وہ اپنے آپ پر ہی ظلم کررہے ہیں۔اگر وہ پیدا نہ ہوتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا۔انہوں نے اپنے زمانے کے امام کو شناخت نہ کیا اور جاہلیت کی موت پر راضی ہوگئے۔پس اس اندھی قوم پر ہلاکت! پُرآسائش زندگی کی آسودگیوں نے انہیں فریب میں مبتلا کردیا ہے۔پس وہ بے چینی کی ہولناکیوں اور تلخ گھونٹوں کو بھول گئے ہیں۔انہیں زمانے کے دھکوں سے کوئی مصیبت نہیں پہنچی، یہی وجہ ہے کہ وہ زمین پر اِترا کر چلتے ہیں اور رحمان کے بندوں کے پاس سے اکڑتے ہوئے اور تکبر کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔

اولیاء اللہ اس دنیوی زندگی کے عیش و عشرت سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے اور اللہ ہی کے لئے فقر کو ترجیح دیتے ہیں اور اپنے نفوس کو پاک وصاف رکھتے ہیں۔وہ اس دنیا کے مصائب کو قبول کرلیتے ہیں اور آخرت کے جہنم سے بچتے ہیں اور اس (آخرت) کی خاطر کوشش کرتے رہتے ہیں۔ان پر جب بھی کوئی مصیبت آن پڑے تو وہ عرفان الٰہی میں مزید ترقی کرتے ہیں۔ہر سورج جو ان پر طلوع ہوتا ہے اس میں تو انہیں اس حالت میں پائے گا کہ ان کا آج ان کے گزشتہ کل سے کہیں زیادہ بہتر ہوتا ہے۔وہ پیچھے نہیں ہٹتے بلکہ وہ ہردم آگے ہی آگے بڑھتے ہیں اور اللہ ان کے نور میں مزید نور کا اتنا اضافہ فرماتا ہے کہ وہ پہچانے نہیں جاتے۔جاہل انہیں ایسے انسان تصور کرتا ہے جو آلائشوں سے آلودہ ہیں حالانکہ وہ اپنے نفسوں سے دور کئے گئے ہیں۔جب انہیں کسی شیطانی چکر کا ذرا بھی احساس ہو تو وہ عاجزی کرتے ہوئے اپنا رخ اللہ کی جانب کرلیتے ہیں اور اس (اللہ) کی پناہ کی طرف دوڑتے ہیں تو ناگہاں وہ صاحب بصیرت ہوجاتے ہیں۔وہ سست ہونے کی حالت میں دعا کے لئے کھڑے نہیں ہوتے بلکہ قریب ہے کہ وہ دعا کرتے کرتے ہی جان دے دیں۔اور ان کے اس تقویٰ کی وجہ سے ان کی (دعا) سنی جاتی ہے اور وہ مدد یافتہ ہوجاتے ہیں۔اسی طرح دعا کے وقت انہیں ضعف کے بعد قوت دی جاتی ہے اور ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور فرشتے انہیں تقویت دیتے ہیں پس وہ ہر خطا سے مصئون و محفوظ ہوجاتے ہیں اور اللہ کی جانب صعود کرتے ہیں اور اس کی رضا میں گم ہوجاتے ہیں۔پس اللہ کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا اور وہ لوگوں کی نگاہ سے چھپا لئے جاتے ہیں۔یہ ایک مخفی قوم ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کے معاملے میں ہلاک ہونے والے ہلاک ہوگئے۔اس دنیا کے اندھے انہیں دیکھ کر ان سے استہزاء کرتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) کیا اس کو اللہ نے مبعوث کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ وہ (استہزاء کرنے والے) اندھے ہیں۔"

(تذکرۃ الشہادتین مع علامات المقرّبین۔(مع اردو ترجمہ)صفحہ 50 تا55)

انگلستان کے دسویں بڑے شہر لیسٹر (Leicester) میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دستِ مبارک سے 'مسجد بیت الاکرام' کا مبارک افتتاح۔

اس موقع پر منعقدہ تقریب میں ممبرانِ پارلیمنٹ، سیاسی وسماجی شخصیات، چیف کانسٹیبل لیسٹر شر پولیس، میئرز و دیگر معززین کی شرکت

❁...... مسجد وہ جگہ ہے جہاں مسلمان اکٹھے ہو کر خدائے واحد کی عبادت کے لئے باجماعت نماز پڑھتے ہیں۔ اس کے علاوہ مسجد ایسا مرکز بھی ہے جہاں مسلمان اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں۔ ❁......اس مسجد کے قیام کے بعد آپ لوگوں پر یہ بات بھی روشن ہو جائے گی کہ 'محبت سب کے لئے، نفرت کسی سے نہیں' کا نعرہ محض ایک نعرہ ہی نہیں بلکہ ہم لوگ پوری لگن کے ساتھ اس سنہری اصول کے مطابق زندگیاں گزار رہے ہیں۔ ❁......قرآن مجید صرف مختلف اقوام کے اکٹھے رہنے کو ہی نہیں تسلیم کرتا بلکہ سب لوگوں اور سب ہی قوموں کے حقوق بھی قائم فرماتا ہے۔ ❁......اس وقت جبکہ دنیا تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے ہم سب کا ایک دوسرے کے ساتھ مل کر امن کو قائم کرنے کی کوشش کرنا بہت ضروری ہے۔ ہمیں دنیا کو تباہ کن جنگِ عظیم سے بچانے کے لئے متحد ہو کر اور ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہوئے قیامِ امن کے لئے کام کرنا ہوگا۔

(مسجد بیت الاکرام (لیسٹر۔ یوکے) کے افتتاح کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز خطاب)

☆......خلیفہ نے جو خطاب فرمایا اس سے میں نے آج اسلام کی حقیقی تعلیم کے بارے میں بہت کچھ سیکھا ہے۔ ☆......خلیفہ نے ہمیں بتایا کہ قرآن کس طرح ہمیں مختلف مسائل کا عمدہ حل بتاتا ہے۔ حضور کی تقریر ہماری اصلاح کرنے والی، معلومات سے پُر اور مستقبل کے لئے امید افزا تھی۔ ☆......حضور کا پیغام صرف احمدیوں کے لئے ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لئے تھا۔ ☆......حضور کا پیغام اپنے اندر ایک زبردست قوّت اور طاقت رکھتا ہے۔

(تقریب میں شامل مہمانوں کے تأثرات)

(رپورٹ: حافظ محمد ظفر اللہ عاجزؔ)

لیسٹر، 20/ فروری 2016ء (نمائندہ الفضل انٹرنیشنل): مساجد کی تعمیر اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتِ احمدیہ کا طُرّۂ امتیاز ہے۔ امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 20/ فروری 2016ء بروز ہفتہ انگلستان کی کاؤنٹی لیسٹر شئر (Leicestershire) کے شہر لیسٹر (Leicester) میں تعمیر ہونے والی احمدیہ 'مسجد بیت الاکرام' کا افتتاح اپنے دستِ مبارک سے تختی کی نقاب کشائی کر کے دعا سے فرمایا۔ اس موقع پر ایک تقریب کا انعقاد کیا گیا تھا جس میں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے انتہائی بصیرت افروز خطاب فرمایا۔ حضور انور کے خطاب سے قبل دیگر معززین نے اپنے ایڈریسز میں دنیا میں قیامِ امن اور انصاف کے قیام کے لئے حضورِ انور کی عالمگیر کاوشوں اور جماعتِ احمدیہ کی خدمتِ انسانیت کو سراہتے ہوئے خراجِ تحسین پیش کیا۔

حضورِ انور اس تقریب میں شمولیت کے لئے مسجد فضل لندن سے 20/ فروری کی شام کو لیسٹر پہنچے۔ حضورِ انور کی بیت الاکرام آمد پر لیسٹر کے صدر جماعت ڈاکٹر مرزا حبیب اکرم بیگ صاحب، مبلغ سلسلہ لیسٹر مولانا غلام احمد خادم صاحب، امیر جماعت احمدیہ یوکے رفیق احمد حیات صاحب، امام مسجد فضل لندن و مبلغ انچارج یوکے مولانا عطاء المجیب راشد صاحب و دیگر نے حضورِ انور کے استقبال کی سعادت حاصل کی۔ اس موقع پر ایک بڑی تعداد میں احمدی بچے اور بچیاں اپنے پیارے امام کے لئے خوش آمدیدی نغمات گا کر ماحول کو مزید پُرسرور بنا رہے تھے۔ حضورِ انور نے مسجد کے افتتاح کی یادگاری تختی کی نقاب کشائی کے بعد دعا کروائی۔ بعد ازاں حضورِ انور مسجد کے ہال میں تشریف لے گئے جہاں حضور انور نے نمازِ مغرب و عشاء پڑھائیں اور اس طرح مسجد کا باقاعدہ افتتاح عمل میں آیا۔ نماز کے بعد مقامی جماعت کے افراد نے حضورِ انور سے شرفِ مصافحہ حاصل کیا۔ حضور انور نے بچوں کو چاکلیٹ عطا فرمائیں۔ اسی طرح ممبرانِ عاملہ و ممبرانِ جماعت کے ساتھ گروپ فوٹوز ہوئیں۔

اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ مسجد کے گراؤنڈ فلور پر اس ہال میں تشریف لے گئے جہاں ممبرانِ جماعت کے علاوہ 80 سے زائد معززینِ شہر و دیگر مہمانان مسجد بیت الاکرام کے افتتاح کے سلسلہ میں منعقد کیے جانے

والے ایک عشائیہ میں شرکت کے لئے موجود تھے۔ اس موقع پر ڈاکٹر مرزا حبیب اکرم صاحب (صدر جماعت احمدیہ لیسٹر) نے ماڈریٹر کی خدمات سرانجام دیں۔ تلاوت کی سعادت ابرار احمد بیگ صاحب نے حاصل کی۔ اور تلاوت کی جانے والی سورۃ المائدہ کی آیات 8 تا 10 کا انگریزی ترجمہ سلیم احمد صاحب نے پیش کیا۔

جماعت احمدیہ لیسٹر کے صدر جماعت نے اس تقریب کے لئے تشریف لانے والے تمام مہمانوں کو خوش آمدید کہتے ہوئے لیسٹر شہر میں جماعت احمدیہ کی تاریخ اور اس مسجد کی تعمیر کے بارہ میں کچھ معلومات مختصر طور پر پیش کیں۔ انہوں نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے لیسٹر شہر کو پہلی مرتبہ اپنی موجودگی سے سرفراز فرمانے پر جذباتِ تشکّر کا اظہار کیا۔ جماعتِ احمدیہ کے قیام کی مختصر تاریخ بیان کرنے کے بعد انہوں نے بتایا کہ لیسٹر شہر میں 1960ء اور 70ء کی دہائی میں کچھ احمدی خاندان آباد ہوئے۔ لیکن یہاں باقاعدہ طور پر نظامِ جماعتِ احمدیہ کا قیام 1980ء میں عمل میں آیا۔ قریباً چودہ سال تک جماعت مختلف کمیونٹی سنٹرز اور سکولز وغیرہ کے ہالز میں نمازیں پڑھنے اور دیگر تقریبات کرنے کا اہتمام کرتی رہی۔ 1994ء میں اس شہر کی ایونیو روڈ پر ایک ایمبولینس سنٹر کو جماعتی سرگرمیوں کے لئے خرید لیا گیا۔ چنانچہ اس وقت سے اب تک لگ بھگ بیس سال سے یہی جگہ جماعتی سرگرمیوں کا مرکز ہے۔ اُس وقت 15 کے قریب احمدی خاندان یہاں آباد تھے جبکہ اب ان کی تعداد ایک سو سے زائد ہے۔ انہوں نے کہا تعداد میں اضافہ کے ساتھ ہمارے لئے یہ جگہ بھی چھوٹی ہوتی جا رہی تھی۔ چنانچہ جب ہمارے مشن ہاؤس سے ملحقہ عمارت برائے فروخت ہوئی تو جماعت نے اسے خرید لیا۔ انہوں نے بتایا کہ اس مسجد کی تعمیر کے ہر مرحلہ پر جماعتِ احمدیہ نے اپنا قیمتی وقت دے کر اور مال خرچ کر کے قربانی کی اعلیٰ مثالیں قائم کی ہیں۔ یہ کہنا بھی بجا ہوگا کہ ممبرانِ جماعت نے وقارِ عمل کی روح کو زندہ رکھتے ہوئے اس مسجد کو اپنے ہاتھوں سے تعمیر کیا ہے۔

مہمانوں کے ایڈریس

اس کے بعد انہوں نے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے صدارتی خطاب سے قبل تقریب میں شامل بعض معززین کو اظہارِ خیال کے لئے باری باری اسٹیج پر دعوت دی۔

چیف کانسٹیبل لیسٹر شئر پولیس لیفٹننٹ سائمن کول (Lt. Simon Cole):

لیفٹننٹ سائمن کول نے 'السلام علیکم' کے ساتھ اپنی تقریر کا آغاز کیا۔ مسجد بیت الاکرام کے قیام کو مختلف رنگ و نسل سے تعلق رکھنے والے افراد کے درمیان رابطہ اور تعاون کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے اسے نہایت خوش آئند قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم ایک مشکل دور سے گزر رہے ہیں اور فی زمانہ درپیش چیلنجز کا سامنا کرنے کے لئے ہم سب کو متحد ہو کر کام کرنا ہوگا۔ انہوں نے اس جگہ، اس شہر اور اس کاؤنٹی کی بہتری کے لئے جماعت کے ساتھ ہر قسم کے تعاون کی یقین دہانی کروائی۔

ڈپٹی لارڈ لیفٹننٹ ریاض روات:

اس کے بعد لیسٹر شئر کاؤنٹی پولیس کے ڈپٹی لارڈ لیفٹننٹ ریاض روات کو سٹیج پر آنے کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے کہا کہ یہ تقریب اپنی ذات میں لیسٹر شہر میں بسنے والے مختلف رنگ و نسل کے لوگوں کی عکاسی کر رہی ہے۔ انہوں نے جماعت کی معاشی اور معاشرتی خدمات کو سراہتے ہوئے اسے خراجِ تحسین پیش کیا۔ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کا ذکر بھی بہت مثبت انداز میں کرتے ہوئے دورِ حاضر میں اسے میڈیا کے لئے ایک قابلِ تقلید مثال کے طور پر پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس مسجد کے نام کا مطلب 'عزت و اکرام' بنتا ہے۔ اگر ہم اس لفظ کو احمدیوں کے ماٹو 'محبت سب کے لئے، نفرت کسی سے نہیں' کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ جماعت کن اعلیٰ کردار و اقدار کی مالک ہے۔

دنیا میں قیامِ امن کے لئے حضورِ انور ایدہ اللہ کی کاوشوں کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ 'مجھے بہت خوشی ہے کہ حضورِ انور نے اس موقع پر یہاں رونق افروز ہو کر ہم سب کو سرفراز فرمایا ہے۔ حضورِ انور کی زیرِ سرپرستی جماعتِ احمدیہ اور حضورِ انور خود ذاتی طور پر پوری دنیا میں قیامِ امن کے لئے بڑے تحمّل اور مستقل مزاجی کے ساتھ کوششیں کر رہے ہیں۔ اور میں حضورِ انور کی کاوشوں کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں'۔

رائٹ آنریبل کیتھ واز (ممبر پارلیمنٹ برائے لیسٹر ایسٹ):

اس کے بعد لیسٹر ایسٹ سے منتخب ہونے والے ممبر پارلیمنٹ رائٹ آنریبل کیتھ واز (Rt. Hon. Keith Vaz) اسٹیج پر تشریف لائے اور اظہارِ خیال کیا۔ انہوں نے اپنے ایڈریس میں آج کے دن کو لیسٹر شہر کی تاریخ میں ایک اہم سنگِ میل قرار دیتے ہوئے جماعتِ احمدیہ کی دنیا بھر میں قیامِ امن کی مساعی کو سراہا۔ انہوں نے کہا کہ آنے والے وقتوں میں جب جماعت احمدیہ کے پھیلنے کے ساتھ ساتھ یہ مسجد بھی پھلے پھولے گی اور مزید وسعت اختیار کر جائے گی ہم اس وقت بھی ایک کمیونٹی کے طور پر اکٹھے رہیں

باقی صفحہ 9 پر ملاحظہ فرمائیں

مَصَالِحُ الْعَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات،
گرانقدر مساعی اور ان کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر 392

مکرم عبدالعزیز محمد الشریف صاحب

مکرم عبدالعزیز زکی محمد الشریف صاحب کا تعلق مصر سے ہے جہاں ان کی پیدائش 1951ء میں ہوئی اور پھر 2009ء میں تقریبًا 58 سال کی عمر میں انہیں بیعت کرنے کی توفیق ملی۔وہ احمدیت کی طرف اپنے سفر کا احوال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مذہبی پس منظر اور دنیاداری

مَیں مصر کے شہر طنطا میں پروان چڑھا جہاں سیدی بدوی نامی ایک صوفی ولی اللہ کی قبر ہے۔ میرے والد صاحب سیدی بدوی کے عقیدتمندوں میں سے تھے اور والد صاحب کی ان سے محبت اس وقت اور بھی زیادہ ہوگئی جب محکمہ اوقاف کی طرف سے سیدی بدوی ٹرسٹ کے تحت بنائے گئے گھروں میں سے ایک گھر میرے والد صاحب کو مل گیا۔والد صاحب معمولی ملازم تھے لیکن متدیّن مزاج اور نمازوں کے پابند تھے اور مجھے بچپن سے ہی ہمیشہ اپنے ساتھ نماز کے لئے لے جاتے تھے۔

گھر کے دینی ماحول اور والد صاحب کی توجہ کی وجہ سے دورانِ تعلیم دینی امور کے ساتھ شغف بڑھتا گیا۔لیکن جب یونیورسٹی کی تعلیم مکمل کر کے میں نے میڈیسن کی ایک انٹرنیشنل کمپنی میں بحیثیت اکاؤنٹنٹ کام شروع کر دیا۔اسی دوران جب میں نے شادی کی تو میری توجہ اپنے کام اور خاندان کی طرف زیادہ ہوگئی اور دینی پہلو اس حد تک کمزوری کا شکار ہوگیا کہ میں نے نماز بھی چھوڑ دی اور دنیاداری میں ہی غرق ہو کر رہ گیا۔

بے وضو نماز!

اللہ تعالیٰ نے مجھے چار بچے عطا فرمائے اور میں مادی لحاظ سے ان کی بہتر زندگی کی خاطر دن رات کام کرنے لگا۔ اسی دھن میں 1992ء میں زیادہ کمائی کی خاطر میں سعودی عرب چلا گیا۔

سعودی عرب کے بارہ میں میرے بہت اچھے خیالات تھے لیکن وہاں پر اخلاقی اور روحانی لحاظ سے جو کچھ مَیں نے دیکھا وہ ناقابل یقین تھا۔امر بالمعروف نامی کمیٹی کے ارکان لوگوں کو جبرًا نماز پڑھاتے تھے حتی کہ میں نے دیکھا کہ لوگ اس کمیٹی کے خوف سے بے وضو ہی نماز کے لئے روانہ ہو جاتے تھے۔نماز تو خدا تعالیٰ کی محبت پیدا کرتی ہے لیکن ایسی جبر و اکراہ کی نماز اللہ سے محبت تو درکنار خود نماز کی محبت بھی دل سے نکال دیتی ہے اور جبر ختم ہوتے ہی انسان اس قید سے آزاد ہونے کی کوشش کرتا ہے۔

دوسری جانب اخلاقی گراوٹ اور سخت دلی انتہا تک پہنچی ہوئی تھی۔ چھلکے پر بہت زور تھا اور مغز کی کوئی پرواہ نہ تھی۔

متضاد طرزعمل

بعض آئمۂ مساجد اپنے خطبوں میں یہود ونصاریٰ پر لعنتیں بھیجتے تھے لیکن شاید انہیں یاد نہیں رہتا تھا کہ جس لاؤڈ سپیکر اور مائیکروفون کو وہ استعمال کر رہے تھے یا وہ تمام اشیاء جو ان کی روزمرہ کی زندگی کو پُر آسائش بنانے میں اہم کردار ادا کر رہی تھیں وہ انہی یہود ونصاریٰ نے ہی ایجاد کی تھیں۔ یہ حالت دیکھ کر میں نے کہا کہ یہ مولوی تو منافقانہ طرزعمل کے مرتکب ہو رہے ہیں اور اسلام کی صحیح تعلیم سے کوسوں دور ہیں۔

شرک کے قائل توحید کے علمبردار!

میرے دل میں اب یہ خیال بھی بشدّت پنپنے لگا تھا کہ کہیں کوئی غلطی ضرور ہے۔اور اس وقت تو میرا شک یقین میں بدلنے لگا جب میں نے ایک طرف مسیح دجال کے بارہ میں ایسی عجیب وغریب مبالغہ آمیز باتیں سنیں جو اسے الوہیت کے مقام تک لے جاتی تھیں اور دوسری طرف مسیح ناصریؑ کے معجزات کے بارہ میں اس قدر مبالغہ آرائی کا علم ہوا جو انہیں الوہیت کے مقام پر پہنچا دیتی تھی۔ یوں جہالت اور لفظوں کے ظاہری معانی تک محدود رہنے والی فاسد سوچ پر مبنی غلط تفاسیر نے مسیح دجال اور مسیح ناصریؑ کو خدا بنا ڈالا تھا۔

سائنس اور مذہب کو لڑانے کی کوشش

ابھی یہ عقائد کی مشکلات کم نہ ہوئی تھیں کہ انہی ایام میں مجھے مفتی سعودیہ کی ایک کتاب ملی جس میں انہوں نے قرآن وسنت سے زمین کے بیضوی نہ ہونے پر 70 دلائل درج کئے تھے۔اور عجیب بات یہ ہے کہ مفتی صاحب زمین کی گردش کے بھی حق میں نہیں تھے بلکہ انہوں نے زمین کی گردش پر یقین رکھنے والوں کو بھی جہالت کا طعنہ دیا تھا۔

میں حیران ہوگیا کہ تمام سعودیہ اور اسلامی ممالک کے مدارس کی کتب میں یہ معلومات پڑھائی جاتی ہیں جن کا مفتی صاحب انکار کر رہے ہیں اور یوں تمام مدرّسین اور تمام مدارس کے مہتممین اور سارا تعلیمی نظام ہی مزعومہ ''جہالت'' سکھاتا ہے جو مفتی صاحب کے بقول قرآن وسنت کے خلاف ہے!!

علاوہ ازیں کچھ اور بھی ایسے امور تھے جن کی بنا پر میرے ذہن میں سوالوں اور اعتراضات کی بھرمار ہونے لگی اور میرے دل میں اپنے موروثی عقائد اور ان علوم کے بارہ میں شک پیدا ہونا شروع ہوگیا جو میں نے مولویوں سے سیکھے تھے۔

ایم ٹی اے سے تعارف

میں 2001ء میں سعودیہ سے مصر واپس آیا تو میرے بچوں نے گھر کی بالکونی میں بہت بڑی ڈش لگا کر مختلف ٹی وی چینلز دیکھنے کا انتظام کیا ہوا تھا۔وقت گزرنے کے ساتھ ہمارے گھر کے اردگرد بننے والی بلند وبالا عمارتوں وغیرہ کی وجہ سے سیٹلائٹ ڈش کا سگنل کمزوری کا شکار ہوگیا۔ چنانچہ میں نے ایک ایکسپرٹ کو بلایا تو اس نے بالکونی کی بجائے ڈش کو چھت پر لگانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ ایسا کرنے سے تمام چینلز کی فریکوئینسی کو دوبارہ سیٹ کرنا پڑا۔اور اس دوران MTA نامی ایک چینل بھی سامنے آیا تو اس ایکسپرٹ نے کہا کہ اس چینل کو ہرگز نہ دیکھنا۔مَیں نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ دیکھو یہ لوگ کس طرح قرآن کریم کی تحریف کر کے مسلمانوں کے ذہنوں کو خراب کر رہے ہیں۔ پھر اس نے اپنی بات کے ثبوت میں چینل کو سیٹ کر کے آواز اونچی کر دی۔اس وقت پروگرام 'الحوار المباشر' لگا ہوا تھا جس کا عنوان تھا حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت سے نجات۔ چند جملے ہی سنے تھے کہ مجھے محسوس ہوا کہ میں جس راستے کی تلاش میں ہوں اور اس پر چلنا چاہتا ہوں شاید اس کی ابتدا اسی چینل سے ہونا مقدر ہے کیونکہ جو چند جملے میں نے سنے تھے ان سے تو قرآن وسنت کا بول بالا ہوتا تھا اور وہ غلط فہمی کو دور کرنے والے تھے۔ میں نے اس ایکسپرٹ کی بات کا کوئی جواب نہ دیا تاہم اسی وقت اس چینل کو دیکھنے کا مصمّم ارادہ کر لیا۔

تائیدِ الٰہی کا احساس

میں اپنے کام سے واپس آ کر ٹی وی کے آگے بیٹھ جاتا اور رات گئے تک اس چینل کے پروگرامز دیکھتا رہتا۔رفتہ رفتہ میرا دل اس چینل کے ساتھ ایسا لگ گیا کہ میں اس کے علاوہ اور کوئی چینل نہ دیکھتا تھا۔

علمی اور روحانی علوم سے بہرہ مند ہونے کے ساتھ ساتھ اس ٹی وی کے پروگرامز دیکھنے کے دوران ایک عجیب وغریب امر میرے سامنے آیا،اور وہ یہ کہ اس کے پروگرامز دیکھنے کے دوران جو بھی سوالات میرے ذہن میں اٹھتے ان کا جواب یا تو کچھ دیر بعد اسی پروگرام میں یا اگلے روز کسی دوسرے پروگرام میں مل جاتا۔ایسا ایک مرتبہ نہیں ہوا بلکہ بار بار ہوا اور اس بنا پر مجھے خدا تعالیٰ کی خاص تائید کا احساس ہونے لگا۔

اُن کا اسلام اور حقیقی اسلام

اس چینل پر پیش کئے جانے والے خیالات،تفاسیر اور مفاہیم دل میں اترنے والے اور عقل ومنطق کے عین مطابق تھے ان کو سننے سے ذہنی سکون اور قلبی سرور ملتا تھا۔اور حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات کی عظمت اور عُلوّ شان ثابت کرنے والے امور کو سن کر مجھے اپنے مسلمان ہونے پر فخر ہونے لگا تھا۔اس عرصہ میں مجھے اس اسلام میں جسے مولوی حضرات پیش کرتے تھے اور اس اسلام میں جسے جماعت احمدیہ پیش کر رہی تھی بہت واضح فرق محسوس ہونے لگا تھا۔

مولوی حضرات جس اسلام کو پیش کرتے تھے وہ خرافانہ تفاسیر اور بے سروپا قصوں اور کہانیوں کا مجموعہ تھا یہ ایسا اسلام تھا کہ جس میں اگر کوئی داخل ہو جائے تو پھر اس سے باہر نکلنے کا ہر دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ ایسا اسلام جس میں اختلاف رائے کی سزا بھی موت ہو سکتی ہے،جس میں جبر واکراہ کی حکومت ہے۔ یہ اسلام بے سکونی کے جذبات پیدا کرتا تھا،شکوک کے دروازے کھولتا تھا اور بے شمار ایسے اعتراضات پیدا کرتا تھا جن کا کوئی جواب نہ تھا۔

اس کے بالمقابل جماعت احمدیہ کا پیش کردہ اسلام فخر واعتزاز کا باعث تھا کیونکہ ان کے پیش کردہ اسلام کی عظیم الشان تعلیمات اسے عالمی دین کے طور پر پیش کرتی تھیں،اس میں تقویٰ کے علاوہ کسی عربی کو عجمی پر کوئی فوقیت نہیں تھی۔اس میں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو مالک یوم الدین کے طور پر پیش کیا جاتا تھا۔اس کا مطلب یہ تھا کہ دین کے معاملہ میں کسی انسان کی طرف سے کوئی جبر نہیں، نہ کسی مرتد کا قتل جائز ہے۔اگر کسی مرتد کو سزا دی گئی تو اس کے محارب قبائل سے جا ملنے اور آمادہ جنگ ہونے کی بناء پر دی گئی، محض ارتداد کی بناء پر کوئی سزا نہیں دی گئی۔اس اسلام میں لوگوں کی زندگیوں کے فیصلے مولوی کے ہاتھ میں نہیں۔ یہی تو وہ اسلام ہے جس میں خدا کی توحید غیر معمولی شان کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں رہتا نہ عیسیٰ علیہ السلام اور نہ ہی مسیح الدجال۔ یہی تو وہ اسلام ہے جس کی پیروی کر کے اُمّت اسلامیہ خیر اُمّت کہلانے کی مستحق ٹھہرتی ہے۔اور اسی بنا پر اس شرف کی حقدار ٹھہری کہ آنے والا موعود مسیح اسی امت سے ہو۔

ثریا سے اترنے والا کنزِ ایمان

یہ سب جاننے کے بعد مجھے یقین ہوگیا کہ آج وہ مسیح الزمان آچکا ہے اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے عین موافق اسلامی تعلیمات کے روحانی خزانے کو ثریا سے لا کر اس دنیا میں تقسیم کر دیا ہے۔

یہ صورتحال دیکھ کر مجھے اس بات میں ادنیٰ شک بھی نہ رہا کہ جو اسلام جماعت احمدیہ پیش کر رہی ہے وہی صحیح اسلام ہے جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور آپ نے اسے پھیلایا۔چنانچہ میں نے انشراح قلب کے ساتھ اس جماعت میں داخل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔

مامور من اللہ کا کلام

میں نے ویب سائٹ پر جماعت میں شمولیت کی خواہش کا پیغام بھیجا تو چند روز کے بعد جماعت احمدیہ مصر کے ایک دوست نے مجھ سے رابطہ کیا اور پھر جب ہماری ملاقات ہوئی تو اس نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب **فلسفة تعاليم الاسلام** (اسلامی اصول کی فلاسفی کا عربی ترجمہ) دی۔ یہ کتاب غیر معمولی تصنیف ہے۔ایسے روحانی خیالات کو پڑھ کر روح وجد میں آگئی اور یقین ہوگیا کہ اس کتاب کا مؤلف خدا کا فرستادہ ہے۔چنانچہ میں نے اس احمدی دوست کو فون کر کے بیعت کرنے کا اظہار کیا۔

بیعت۔۔روحانی پیدائش

جب میں بیعت کی غرض سے حاضر ہوا اور دوستوں سے ملا تو انہوں نے مجھے نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے مختص جگہ کے بارہ میں بتایا۔عجیب بات ہے کہ یہ اس محلّہ میں تھی جہاں میری دوسری بیوی کی رہائش ہے۔

مَیں نے وہاں پر بیعت فارم پُر کر دیا اور اس روز میں نے محسوس کیا کہ شاید میری حقیقی تاریخ پیدائش یہی ہے کیونکہ آج میں حقیقی زندگی کے رازآشناؤں سے جا ملا تھا۔اب مجھے نمازوں اور عبادتوں کی حقیقی لذتوں سے تعارف ہوا تھا۔بیعت کے بعد میری زندگی بدلنے لگی اور روحانی ومادی لحاظ سے ترقی محسوس ہونے لگی۔اسی طرح ان برکات کا ظہور میرے گھر میں بھی ہوا جو دینی اور دنیوی اعتبار سے خدا کے فضلوں اور برکات سے بھر گیا اور یہ سلسلہ جاری ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان برکات کو دائمی بنا دے اور دیگر مسلمانوں کو بھی اس ہدایت کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

(باقی آئندہ)..............................

بقیہ رپورٹ: جلسہ سالانہ کینیا

........................از صفحہ نمبر 20

لازوال رشتے کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ نظام خلافت ہی وہ نظام ہے جو تمام لوگوں کو یکساں حقوق دے سکتا ہے۔سب کو بلاتفریق انصاف فراہم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قانون کے نفاذ کے لئے سب کچھ کرتا ہے۔خلیفۂ وقت ہی وہ عظیم وجود ہے جو سب کے لئے یکساں شفقت پدری رکھتا ہے اور سب کو خدا کی منشاء کے مطابق چلاتا ہے جس سے امن قائم ہوتا ہے۔

اس کے بعد مکرم چوہدری ناصر محمود طاہر صاحب مبلغ انچارج Western ریجن نے ''اسلام میں جہاد کا حقیقی تصور'' کے موضوع پر نہایت عالمانہ تقریر کی۔آپ نے لفظ جہاد کی لغوی تشریح کرنے کے بعد قرآن وحدیث کی روشنی میں' اس کی متعدد اقسام کا ذکر کیا اور بتایا کہ جہاد کا مطلب اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام قائم کرنا ہے یعنی اس کے دین کی تبلیغ کرنا۔اس کے مطابق زندگی گزارنا اور اصلاح نفس، اصلاح خلق اور اصلاح احوال کے لئے کوششیں کرنا۔اللہ کی راہ میں اپنے اموال خرچ کرنا، بنی نوع انسان کی خدمت کرنا اور پھر ظالم کو ظلم سے باز رکھنے کے لئے اور مذہبی آزادی کے تحفظ اور مظلوم طبقوں کی مدد کے لئے ظالموں کو عندالضرورت بزور باز وروکنا جہاد ہے۔کسی شخص کو بلا کسی قانونی وجہ کے قتل کرنا یا کسی کا مال لوٹنا قطعاً جہاد نہیں۔اسلام ایسی حرکات کو فساد قرار دیتے ہوئے ان سے کلیتاً اجتناب کا حکم دیتا ہے۔

....

جلسہ سالانہ کا چوتھا اجلاس
مجلس سوال وجواب

نماز مغرب وعشاء کی ادائیگی کے بعد کھانا پیش کیا گیا۔بعدازاں ساڑھے آٹھ بجے مجلس سوال وجواب ہوئی جس میں مربیانِ سلسلہ نے سوالات کے جوابات دیئے۔دس بجے یہ مجلس اپنے اختتام کو پہنچی۔

جلسہ سالانہ کا دوسرا دن

دوسرے دن کا آغاز بھی نماز تہجد سے ہوا۔نماز فجر کے بعد درس قرآن کریم ہوا۔

جلسہ سالانہ کا پانچواں اجلاس

نو بجے جلسہ کے دوسرے دن کا پروگرام نائب امیر کینیا مکرم ظفراللہ خان صاحب کی زیر صدارت تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم معلم ناصر جمعہ Thuva صاحب نے کی اور مکرم عبدالعلی چیمہ صاحب نے سواحیلی ترجمہ پیش کیا۔ اس کے بعد مکرم معلم رمضان سلیمان صاحب نے سواحیلی نظم پیش کی۔

مکرم محمد عدنان ہاشمی صاحب مبلغ انچارج Coast ریجن نے ''سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی امن عالم کے لئے مساعی'' کے عنوان پر تقریر کی۔آپ نے امام جماعت احمدیہ کی عالمی امن کے قیام کے لئے انتھک محنت اور کوششوں کا تفصیلی ذکر کیا اور بتایا کہ کس طرح پیارے آقا نے قیام امن کے سلسلہ میں مذہبی رہنماؤں اور مختلف ممالک کے سربراہوں کو خطوط لکھے،آپ نے پریس کانفرنسز کیں مختلف ممالک کے اراکین پارلیمنٹ سے خطاب کئے اور جماعت کو امن کے پرچار کے لئے جہد مسلسل کی تلقین کی۔نیز بتایا کہ پیارے آقا نے تمام اقوام عالم اور جملہ مذاہب کے پیروکاران کو باہمی محبت، برداشت اور مذہبی رواداری کا پیغام دیا ہے۔

اس کے بعد مکرم عدیل احمد شاہ صاحب نیشنل صدر خدام الاحمدیہ کینیا نے ''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت پیغمبر امن وسلامتی'' کے موضوع پر تقریر کی۔آپ نے اپنی تقریر میں آیت وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کے حوالہ سے بتایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود ساری دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا۔آپ نے ہمیشہ رحم، محبت اور شفقت کی تعلیم دی۔آپ نے صرف انسانوں کے لئے ہی رحمت وشفقت کی تعلیم نہیں دی بلکہ حیوانوں، چرند پرند اور درختوں تک کے لئے رحمت کا پیغام دیا۔آپ نے قولاً وفعلاً ہر طرح قیام امن کے لئے بینظیر اور قابل اتباع نمونہ قائم فرمایا جو ہم سب کے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور اسی کی اتباع سے دنیا میں امن قائم ہوسکتا ہے۔

اس کے بعد مکرم بشارت احمد صاحب طاہر مبلغ سلسلہ انچارج نکورو ریجن نے ''خلافت کی برکات'' کے موضوع پر ایک نہایت مفصل اور دلنشین انداز میں تقریر کی اور خلافت حقّہ کی برکات قرآن کریم، احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تاریخ اسلام اور تاریخ احمدیت کے متعدد واقعات سے واضح کیں۔آپ نے بتایا کہ خلافت ہی وحدت امت، اتحاد انسانیت، تمکنت دین اور قیام امن کا ذریعہ ہے۔اس کی اتباع سے ہی تائید خداوندی حاصل ہوسکتی ہے۔خلافت سے انحراف نہ صرف دینی انعامات سے محرومی پر منتج ہوتا ہے بلکہ دنیاوی طور پر بھی افتراق وانشقاق کا باعث بنتا ہے اور اس کا نتیجہ انسان کی حرماں نصیبی ہوتا ہے۔

اس کے بعد ممباسہ ریجن کے اطفال نے گروپ کی شکل میں قصیدہ ''یَا عَيْنَ فَيْضِ اللّٰهِ وَالْعِرْفَانِ'' پیش کیا۔پھر مکرم طارق منصور قریشی صاحب نے ''قرآن کریم کی اہمیت وبرکات'' کے موضوع پر تقریر کی اور بتایا کہ قرآن کریم کتاب ہدایت، مبلغ علم وعرفان اور روحانی جواہرات کی کان ہے۔اس کا پڑھنا ثواب اور اس پر عمل کرنا باعث نجات ہے اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق قرآن کریم پڑھنے والے اور پڑھانے والے بہترین انسان ہیں۔

جلسہ سالانہ کا اختتامی اجلاس

وقفہ کے بعد اختتامی اجلاس تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوا۔مکرم صدیق صاحب نے تلاوت کی اور سواحیلی ترجمہ بھی پیش کیا۔ اس کے بعد مکرم معلم Mohammad Mwakurichwa صاحب نے سواحیلی زبان میں نظم پیش کی۔

بعد ازاں مکرم شیخ عبداللہ حسین صاحب جمعہ مبلغ سلسلہ نے ''صحبت صالحین'' کے موضوع پر تقریر کی۔آپ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں صحبت صالحین کی ضرورت اور اس کی اہمیت اور اس کے فوائد وبرکات پر روشنی ڈالی۔آپ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام، آپ کے خلفاء کے ارشادات کے حوالہ سے مضمون ہٰذا کی اہمیت کو مزید اجاگر کیا اور صحبت صالحین کے اخلاقی، علمی، روحانی اور معاشرتی فوائد بیان کئے۔

اس کے بعد شیانڈا ریجن کے اطفال نے گروپ کی شکل میں ایک اردو نظم پیش کی۔

اس کے بعد مکرم طارق محمود صاحب ظفر امیر ومبلغ انچارج کینیا نے اختتامی تقریر کی۔آپ نے اطاعتِ امام اور مالی قربانیوں کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے احباب جماعت کو خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریکات پر بڑھ چڑھ کر لبیک کرنے کی تلقین کی۔اسی حوالہ سے آپ نے وقف جدید اور تحریک جدید کے سلسلہ میں احباب جماعت کو قربانی کے میدان میں آگے بڑھنے کی تلقین کی۔آپ نے کہا کہ یہ دونوں جماعت کی نہایت اہم تحریکات ہیں اور ان کے عظیم الشان ثمرات سب کے سامنے ہیں اور اسی سلسلہ میں اپنے پیارے امام کے ارشادات اور جماعت سے توقعات بھی سب جانتے ہیں۔اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم زیادہ سے زیادہ تعداد میں احباب جماعت کو اس مالی جہاد میں شامل کریں اور زیادہ سے زیادہ مالی قربانیاں پیش کریں۔آپ نے جلسہ سالانہ کے فوائد کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جلسہ سالانہ جماعت کی ترقی، اتحاد واتفاق کا مظہر ہے۔اس کے ذریعہ ہم باہمی تعارف حاصل کرتے ہیں۔مختلف مضامین پر تقاریر سن کر اپنے علم میں اضافہ کرتے ہیں۔ جماعت کی ترقی اور خدمات سے آگاہی حاصل کرتے ہیں لہٰذا ہمیں اس عظیم اجتماع سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنا چاہئے۔

اختتامی دعا کے ساتھ جلسہ بخیر وخوبی انتہائی کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

جلسہ سالانہ کے پہلے روز کی کارروائی مین مارکی سے ہی نشر کی جاتی رہی لیکن دوسرے دن لجنہ اماء اللہ نے اپنے پروگرام کے تحت اجلاسات کئے۔صرف آخری اجلاس میں ان کا پروگرام مین مارکی سے نشر کیا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس جلسہ کے بہترین نتائج پیدا ہوں۔آمین۔

☆......☆......☆

خطبہ نکاح

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 17 نومبر 2013ء بروز ہفتہ مسجد فضل لندن میں درج ذیل نکاحوں کا اعلان فرمایا۔تشہد وتعوذ اور مسنون آیات قرآنیہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اس وقت مَیں دو نکاحوں کا اعلان کروں گا۔پہلا نکاح عزیزہ سلمہ سوسن فاروقی کا ہے جو واقفہ نو ہیں مکرم رفیع احمد فاروقی صاحب کینیڈا کی بیٹی ہیں ان کا نکاح عزیزم محمد اسماعیل وقفِ نو ابن مکرم ڈاکٹر محمد ظفراللہ صاحب گھانا کے ساتھ دس ہزار کینیڈین ڈالر حق مہر پر طے پایا ہے۔

حضور انور نے فرمایا:۔یہ گھانا میں رہتے ہیں تو کنیڈین ڈالر سے کیسے؟ کہاں ہیں فاروقی صاحب؟

فاروقی صاحب نے عرض کیا کہ وہ تو گھانا میں رہتے ہیں لیکن لڑکی کینیڈا کی ہے۔

حضور انور نے فرمایا لڑکی کینیڈا میں رہتی ہے لیکن لڑکا تو گھانا میں ہے؟

پھر حضور انور نے فرمایا:۔دولہن کے ولی اس کے والد ہیں اور دولہا کے وکیل بخاری ٹومی کالون صاحب ہیں۔

فریقین میں ایجاب وقبول کرواتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے لڑکے کے وکیل مکرم بخاری ٹومی کالون صاحب سے انگریزی میں ایجاب وقبول کروایا اور پھر اگلے نکاح کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

دوسرا نکاح عزیزہ سعدیہ قمر واقفہ نو کا ہے جو ذوالفقار احمد قمر صاحب کی بیٹی ہیں۔اس کا نکاح عزیزم ذوالقرنین چوہدری ابن مکرم محمد اکرم چوہدری صاحب آف مجم کے ساتھ دس ہزار پاؤنڈ حق مہر پر طے پایا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔اللہ تعالیٰ یہ رشتے ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔نیک نسل ان سے پیدا فرمائے۔ان کو بھی دین پر قائم رکھے۔اور ان کی نسلوں کو بھی دین پر قائم رکھے۔خلافت اور جماعت سے وفا کا تعلق رکھنے والے ہوں۔اور جو واقفہ نو اور وقفِ نو ہیں، یہ اپنے وقف کو صرف ٹائٹل نہ سمجھیں بلکہ اس کا حق ادا کرنے والے ہوں۔

دونوں نکاحوں کے اعلان اور فریقین کے درمیان ایجاب وقبول کروانے کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے رشتوں کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کروائی اور فریقین کو شرف مصافحہ بخشتے ہوئے مبارکباد دی۔

(مرتبہ: ظہیر احمد خان۔مربی سلسلہ شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس، لندن)

☆......☆......☆

بقیہ: ذیابیطس اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام

..............................از صفحہ نمبر 16

قادیان میں ان دنوں میں اچھی بنتی تھیں۔

آپ کو کوئی عادت کسی چیز کی نہ تھی۔پان البتہ کبھی کبھی دل کی تقویت یا کھانے کے بعد منہ کی صفائی کے لئے یا کبھی گھر میں سے پیش کر دیا گیا تو کھا لیا کرتے تھے۔یا کبھی کھانسی نزلہ یا گلے کی خراش ہوئی تو بھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔......رمضان کی سحری کے لئے آپ کے لئے سالن یا مرغی کی ایک ران اور فرنی عام طور پر ہوا کرتے تھے اور سادہ روٹی کے بجائے ایک پراٹھا ہوا کرتا تھا۔اگرچہ آپ اس میں سے تھوڑا سا ہی کھاتے تھے''۔

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ 420 تا 429)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بیماریوں سے محفوظ رکھے اور حضرت مسیح موعودؑ کے اسوہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

☆......☆......☆

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

خطبہ جمعہ

دنیا میں بہت سی باتیں بہت سے لوگ لغو اور بلاوجہ کرتے ہیں۔ بعض لوگ مذاق میں کسی کو کوئی لغو بات کہہ دیتے ہیں جس سے جھگڑے اور مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ ایسی باتیں مجلسوں میں کی جاتی ہیں جو بے فائدہ ہوتی ہیں۔ بات برائے بات صرف کی جاتی ہے اور بعض دفعہ ایسی طنزیہ باتیں بھی ہو جاتی ہیں جس سے دوسرے کو تکلیف بھی پہنچتی ہے یا ایسی بے فائدہ باتیں ہوتی ہیں جو کسی کو بھی فائدہ نہیں پہنچا رہی ہوتیں۔ صرف وقت کا ضیاع ہوتا ہے۔ لغو کے لغوی معنی فضول اور بے فائدہ گفتگو کے ہیں یا بغیر سوچے سمجھے بولنے کے ہیں۔ ناکارہ اور بیوقوفوں والی باتیں کرنے کے ہیں۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے مومنوں کو ایسی باتوں سے روکا ہے جو لغو ہیں۔

ایک مومن کو اپنے رویّوں سے، اپنے سلوک سے، دوسروں کے کام آنے سے، دوسروں پر احسان کرنے سے اپنی قدر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

بعض لوگ معمولی قربانی کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم نے بہت کچھ کر لیا ہے یا بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو بغیر قربانی کے اپنے خیالات میں قربانی کرنے والے بن جاتے ہیں یا دوسروں پر احسان کرنے والے بن جاتے ہیں۔ ایک مومن کو حقیقی طور پر احسان کرنے والے کا شکرگزار ہونا چاہئے۔

ہر ایک مبلغ کو چاہئے کہ وہ جغرافیہ، تاریخ، حساب، طب، آدابِ گفتگو، آداب مجلس وغیرہ علوم کی اتنی اتنی واقفیت ضرور رکھتا ہو جتنی مجلس شرفاء میں شامل ہونے کے لئے ضروری ہے۔ اور یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ تھوڑی سی محنت سے یہ بات حاصل ہو سکتی ہے۔ حالات حاضرہ سے واقفیت اور جس مجلس میں جائیں اس کی ضروری واقفیت حاصل کر کے جانا چاہئے۔

ہم احمدی جن کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مان کر ہم نے صحیح اسلامی تعلیم کے مطابق زندگی گزارنی ہے تو ہمیں اس زندگی گزارنے کے لئے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف ہی دیکھنا ہے، اسی سے تعلق قائم کرنا ہے۔
ترقی کی یہی راہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کے ہاتھ میں دے دے اور جس طرف وہ لے جانا چاہے اس طرف چلتا جائے۔

وہ لوگ جو نمازوں کے حق ادا نہیں کرتے انہیں اپنے جائزے لینے چاہئیں۔ وہ لوگ جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو پورا نہیں کرتے انہیں اپنے جائزے لینے چاہئیں۔ وہ لوگ جو یہاں آئے تو احمدیت کی وجہ سے ہیں لیکن یہاں آ کر بھول گئے ہیں کہ احمدیت کی وجہ سے ہی انہیں یہاں رہنے کا، شہریت کا حق ملا ہے اور اس وجہ سے ان کو زیادہ سے زیادہ جماعت کی خدمت کے لئے آگے آنا چاہئے لیکن وہ اسے بھول جاتے ہیں اور بعض دفعہ اعتراض شروع کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ نہ اچھے عابد ہیں، نہ وفادار ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان فرمودہ مختلف سبق آموز واقعات کا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی روایات کے حوالہ سے تذکرہ اور افراد جماعت کو اہم نصائح

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 26؍فروری 2016ء بمطابق 26 تبلیغ 1395 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن۔ لندن۔

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِکِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّا کَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

دنیا میں بہت سی باتیں بہت سے لوگ لغو اور بلاوجہ کرتے ہیں۔ بعض لوگ مذاق میں کسی کو کوئی لغو بات کہہ دیتے ہیں جس سے جھگڑے اور مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ ایسی باتیں مجلسوں میں کی جاتی ہیں جو بے فائدہ ہوتی ہیں۔ بات برائے بات صرف کی جاتی ہے اور بعض دفعہ ایسی طنزیہ باتیں بھی ہو جاتی ہیں جس سے دوسرے کو تکلیف بھی پہنچتی ہے یا ایسی بے فائدہ باتیں ہوتی ہیں جو کسی کو بھی فائدہ نہیں پہنچا رہی ہوتیں۔ صرف وقت کا ضیاع ہوتا ہے۔

لغو کے لغوی معنی فضول اور بے فائدہ گفتگو کے ہیں یا بغیر سوچے سمجھے بولنے کے ہیں۔ ناکارہ اور بیوقوفوں والی باتیں کرنے کے ہیں۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے مومنوں کو ایسی باتوں سے روکا ہے جو لغو ہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جگہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی وضاحت کرتے ہوئے ایک مثال بیان فرماتے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا کہ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (الفرقان:73)۔ مومن کی یہ علامت بتائی گئی ہے کہ جب وہ کوئی لغو دیکھتا ہے تو اس کے پاس سے گزر جاتا ہے۔ لیکن اب کہتے ہیں کہ نہایت افسوسناک بات ہے۔ مثال تو یہ عورتوں کی دی ہے کہ عورت ہمیشہ لغویات کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ گو کہ آجکل مَردوں کا بھی یہ حال ہے۔ مثلاً بلاوجہ دوسری سے پوچھتی رہتی ہیں کہ یہ کپڑا کتنے کا لیا ہے۔ یہ زیور کہاں سے بنوایا ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔ یہ بھی لغویات ہی ہیں۔ یہ باتیں ایسی ہیں جو صرف دنیاداری کی باتیں ہیں جن میں کوئی فائدہ نہیں اور بعض دفعہ ساتھ بیٹھی ہوئی عورتوں پہ اس کے بُرے اثرات بھی ہو رہے ہوتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب تک اس کی ساری ہسٹری معلوم نہ کر لے عورت کو چین نہیں آتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سنایا کرتے تھے کہ ایک عورت نے انگوٹھی بنوائی لیکن کسی نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ سونے کی بڑی خوبصورت انگوٹھی تھی۔ اس نے تنگ آ کر اپنے گھر کو آگ لگا دی۔ لوگوں نے پوچھا کچھ بچا بھی؟ اس نے کہا سوائے اس انگوٹھی کے کچھ نہیں بچا۔ ایک عورت نے پوچھا کہ بہن تم نے یہ انگوٹھی کب بنوائی تھی یہ تو بہت خوبصورت ہے۔ تو وہ کہنے لگی اگر یہی بات تم مجھ سے پہلے پوچھ لیتی تو میرا گھر کیوں جلتا۔ تو حضرت مصلح موعود بھی فرما رہے ہیں کہ یہ عادت صرف عورتوں تک مخصوص نہیں ہے بلکہ مَردوں میں بھی ہے۔ بلاوجہ کے سوال جواب بھی بعض دفعہ کر لیتے ہیں۔ السلام علیکم کے بعد پوچھنے لگ جاتے ہیں کہ کہاں سے آئے ہو؟ کہاں جاؤ گے؟ آمدنی کیا ہے؟ بھلا دوسرے کو اس معاملے میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر آپ مغربی قوموں کی یہ مثال دیتے ہیں کہ انگریزوں میں یہ کبھی نہیں ہوتا کہ وہ ایک دوسرے سے پوچھیں کہ تُو کہاں ملازم ہے؟ تعلیم کتنی ہے؟ تنخواہ کیا ملتی ہے؟ وہ کرید نے کا خیال نہیں کرتے۔ (ماخوذ از مستورات سے خطاب، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 397)

پس لغو صرف ایسی چیز نہیں جو دوسرے کو نقصان پہنچانے والی ہو بلکہ ہر بے فائدہ بات لغو بات ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ اس کی یوں بھی وضاحت فرماتے ہیں کہ ”ایسا فعل صادر ہو جس

سے کوئی خاص حرج اور نقصان نہیں پہنچتا‘‘۔ (ماخوذ از اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 349) یعنی وہ باتیں لغو ہیں جن سے کوئی خاص حرج اور نقصان بھی نہیں پہنچتا۔ یہ اس کا مطلب ہے۔

پس مومن کے لئے یہ شرط ہے کہ اس کی گفتگو ہمیشہ بامقصد ہو اور ہر قسم کی لغویات سے پرہیز ہو۔ لیکن ہم جائزہ لیں تو دیکھتے ہیں کہ بہت سارے لوگ بلاوجہ بعض باتیں کر رہے ہوتے ہیں۔

اب بعض اور سبق آموز مثالیں جو مختلف جگہوں پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمائی ہیں اور جنہیں حضرت مصلح موعودؓ نے پیش فرمایا ہے وہ پیش کرتا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے کہ کوئی چوہڑا لاہور کے پاس سے ایک مرتبہ گزرا۔ گاؤں کا رہنے والا تھا۔ بوجھ اٹھانے کے کام کیا کرتا تھا یا گند اٹھانے کے کام کیا کرتا تھا۔ اس نے دیکھا کہ شہر میں کہرام مچ رہا ہے۔ بڑا شور مچا ہوا ہے۔ ہندو مسلمان مرد عورت سب رو رہے ہیں۔ اس نے کسی سے اس کی وجہ دریافت کی تو اسے بتایا گیا کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ مر گیا ہے۔ حضرت مصلح موعود کہتے ہیں یوں تو سکھوں کی حکومت بہت بدنام ہے۔ اس زمانے میں بعض ایسے بھی راجے آئے تھے جو بڑے بدنام تھے مگر اس میں شبہ نہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی مَیں نے بارہا سنا ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانے میں امن قائم ہو گیا تھا اور اس نے خرابیوں کو بہت حد تک دُور کر دیا تھا۔ مسلمانوں پر سکّھوں کے مظالم کے جو واقعات بیان کئے جاتے ہیں وہ دوسرے زمانے کے ہیں جب ملک کی حکومت چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بٹی ہوئی تھی، لوٹ مار ہو رہی تھی اور طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی کوشش ہمیشہ یہی رہتی تھی کہ امن قائم ہو اور وہ مسلمانوں کے ساتھ بھی ایک حد تک اچھا سلوک کرتے تھے۔ (آپ اس کی مزید وضاحت کرتے ہیں کہ) ان کے وزراء میں مسلمان بھی تھے۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد یعنی ہمارے دادا بھی ان کے جرنیلوں میں سے تھے اور کئی مسلمان بھی بڑے بڑے عہدوں پر تھے۔ پس اس امن کو دیکھتے ہوئے جو ان کی وجہ سے ملک کو حاصل ہوا تھا اور اس فساد کو یاد کر کے جو ان سے قبل پایا جاتا تھا ان کی موت کا سب کو صدمہ تھا اور لوگ رو رہے تھے۔ چوہڑے نے اس کہرام کی وجہ دریافت کی تو کسی نے اسے بتایا کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ فوت ہو گئے ہیں۔ وہ بڑی حیرت سے اس شخص کا منہ دیکھنے لگا اور دریافت کرنے لگا کہ لوگ ان کی وفات پر اتنے بے تاب کیوں ہیں۔ میرے باپ جیسے لوگ مر گئے تو مہاراجہ رنجیت سنگھ کس شمار میں ہیں۔ یہ لطیفہ بیان کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ جسے کسی چیز کی قدر ہوتی ہے وہی اس کے نزدیک بڑی ہوتی ہے۔ اس چوہڑے کا باپ اس سے حسن سلوک کرتا تھا اس لئے وہ اسے پیارا تھا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کا حسن سلوک گو لاکھوں سے ہو مگر چونکہ وہ ان لاکھوں میں سے نہ تھا، نہ اس کی نظر اتنی وسیع تھی کہ وہ سمجھتا کہ ملک کا فائدہ اور امن و امان بڑی چیز ہے۔ انفرادی فائدے کی اس کے مقابل پر کوئی حقیقت نہیں۔ اس لئے اس کا یہی خیال تھا کہ اصل چیز جو قدر کی ہے میرا باپ تھا جس کی مجھے قدر کرنی چاہئے۔ جب وہ فوت ہو گیا تو پھر مہاراجہ رنجیت سنگھ فوت ہو گیا تو کیا ہوا۔ (ماخوذ از الفضل مورخہ 6 جون 1952ء جلد 24/6 نمبر 135 صفحہ 5) تو دنیا میں اپنی ضرورت کی اہمیت کی وجہ سے بعض چھوٹی چیزیں بھی بڑی ہوتی ہیں اور بعض بڑی چیزوں کو عدمِ علم کی وجہ سے انسان نظرانداز کر دیتا ہے۔ بچے کو اگر قیمتی سے قیمتی ہیرا بھی دے دیا جائے تو وہ اس کی قدر کیا کرے گا۔

پس ایک مومن کو اپنے رویّوں سے، اپنے سلوک سے، دوسروں کے کام آنے سے، دوسروں پر احسان کرنے سے اپنی قدر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس کی صرف محدود قدر نہ ہو کہ اس کے قریبی ہی صرف اس پہ رونے والے ہوں بلکہ جہاں وہ رہتا ہے، جس معاشرے میں رہتا ہے وہاں اس کی قدر قائم ہو۔ ہر ایک کا اپنا اپنا دائرہ ہے۔ اسی دائرے میں کسی احمدی کا تعارف اور نیک تعارف صرف اس کی ذات تک محدود نہیں رہتا یا اسے فائدہ نہیں پہنچاتا بلکہ جماعت کی نیک نامی کا باعث ہوتا ہے اور یوں تبلیغ کے راستے بھی کھلتے ہیں۔ دنیا کو پتا چلتا ہے۔ اگر ایک احمدی اپنا اثر ڈالنے والا ہو تو دنیا کو پتا چلے گا کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے اور دنیا کی امن و سلامتی کے لئے اس زمانے میں اسلام کی تعلیم ہی حقیقی تعلیم ہے جو حقیقی امن پیدا کر سکتی ہے۔ پس دنیا کا جو عدم علم ہے یا علم کا نہ ہونا جو ہے وہ علم دلانے کے لئے ہم میں سے ہر ایک کو اپنے اپنے دائرے میں کوشش کرنی چاہئے۔

بعض لوگ معمولی قربانی کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم نے بہت کچھ کر لیا ہے یا بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو بغیر قربانی کے اپنے خیالات میں قربانی کرنے والے بن جاتے ہیں یا دوسروں پر احسان کرنے والے بن جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ ’’ایک آدمی نے کسی شخص کی دعوت کی اور اپنی طاقت کے مطابق اس کی تواضع میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ جب مہمان جانے لگا تو اس سے گھر والا جو تھا معذرت کرنے لگا کہ میری بیوی بیمار تھی، کچھ اور بھی مجبوریاں بتلائیں۔ اس لئے میں آپ کی پوری طرح خدمت نہیں کر سکا۔ امید ہے کہ آپ معاف کریں گے، درگزر کریں گے۔ یہ سن کر مہمان کہنے لگا کہ میں جانتا ہوں تم کس غرض سے کہہ رہے ہو۔ تمہارا منشاء یہ ہے کہ مَیں تمہاری تعریف کروں اور تمہارا احسان مانوں۔ اب یہ مہمان کے خیالات ہیں۔ لیکن مہمان صاحب کہنے لگے تم مجھ سے یہ امید نہ رکھو بلکہ تمہیں میرا احسان ماننا چاہئے۔ میزبان نے کہا میرا ہرگز یہ منشاء نہیں ہے کہ آپ کے اوپر کوئی احسان جتاؤں۔ مَیں واقعی شرمسار ہوں کہ پوری طرح آپ کی خدمت نہیں کر سکا۔ اگر آپ کا مجھ پر کوئی احسان ہے تو وہ مجھے بتا دیں مَیں اس کا بھی شکریہ ادا کر دیتا ہوں۔ اس پر مہمان نے کہا کہ خواہ تم کچھ کہو مَیں تمہارے دل کی منشاء کو خوب سمجھتا ہوں۔ (یعنی دلوں کا حال بھی جاننے لگے۔ مہمان یہ کہنے لگا) لیکن یاد رکھو کہ تم نے مجھے کھانا ہی کھلایا ہے۔ (اس سے زیادہ تم نے میرے پہ اور کیا احسان کیا ہے؟)۔ میرا تم پر بہت بڑا احسان ہے۔ تم ذرا اپنے کمرے کو دیکھو۔ (یہ کمرہ جہاں مجھے بٹھایا ہوا ہے، ڈرائنگ روم، اس میں کئی ہزار کا سامان پڑا ہوا ہے۔ جب تم میرے لئے کھانا لینے اندر گئے تھے میں چاہتا تو دیا سلائی دکھا کے یہ سب کچھ جلا دیتا۔ تم ہی بتاؤ کہ اگر میں آگ لگا دیتا تو ایک پیسے کا بھی سامان باقی رہ جاتا؟ مگر میں نے ایسا نہیں کیا۔ مہمان کہنے لگا کیا میرا تم پر یہ احسان کم ہے۔ یہ سن کر گھر والے نے کہا کہ واقعی آپ نے بہت بڑا احسان کیا ہے۔ میں اس کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میرا گھر نہیں جلایا۔ تو دیکھ لو ایک انسان ایسا بھی ہوتا ہے کہ بجائے محسن کا احسان پہچاننے اور شکریہ ادا کرنے کے یہ سمجھتا ہے کہ مَیں احسان کر رہا ہوں‘‘۔ (ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 13 صفحہ 592) پس ایک مومن کو حقیقی طور پر احسان کرنے والے کا شکرگزار ہونا چاہئے، نہ کہ اس شخص کی طرح احسان فراموش۔

ایک جگہ حضرت مصلح موعودؓ نے مربیان کو بھی نصیحت فرمائی ہے اور ایک مثال دی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرمایا کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ’’حضرت صاحب (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) فرمایا کرتے تھے کہ ایک بادشاہ تھا جو کسی پیر کا بڑا معتقد تھا اور اپنے وزیر کو کہتا رہتا تھا کہ میرے پیر سے ملو۔ وزیر چونکہ اس پیر کی حقیقت جانتا تھا اس لئے ٹلاتا رہتا تھا۔ آخر ایک دن جب بادشاہ پیر کے پاس گیا تو وزیر کو بھی ساتھ لیتا گیا۔ پیر صاحب نے بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ بادشاہ سلامت! دین کی خدمت بڑی اچھی چیز ہے۔ سکندر بادشاہ نے دین اسلام کی خدمت کی اور وہ اب تک مشہور چلا آتا ہے۔ (یہ مَیں پہلے بھی ایک دفعہ کسی اور حوالے سے بیان کر چکا ہوں۔) تو یہ سن کر وزیر نے کہا کہ دیکھئے حضور! پیر صاحب کی ولایت کے ساتھ ان کو تاریخ دانی کا بھی بہت ملکہ ہے۔ سکندر تو اسلام سے پہلے گزرا ہے اس کے بارے میں پیر صاحب باتیں کر رہے ہیں۔ یعنی آپ کے یہ پیر صاحب صرف ولی اللہ ہی نہیں ہیں بلکہ یہ تو بڑے تاریخ دان بھی لگتے ہیں۔ نئی تاریخ انہوں نے بنا دی ہے۔ اس پر بادشاہ کو اس پیر سے نفرت ہو گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ قصہ سنا کر فرمایا کرتے تھے کہ علمِ مجلس بھی نہایت ضروری ہے۔ جب تک انسان اس سے واقف نہ ہو دوسروں کی نظروں میں حقیر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آداب مجلس کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ مثلاً ایک مجلس مشورے کی ہو رہی ہو اور کوئی بڑا عالم ہو مگر اس مجلس میں جا کر سب کے سامنے لیٹ جائے تو کوئی اس کے علم کی پرواہ نہیں کرے گا اور اس کی نسبت لوگوں پر برا اثر پڑے گا۔ پس یہ نہایت ضروری ہے کہ جو بھی مجلس ہو، جس قسم کی مجلس ہو مبلغ کو، مربی کو جب وہ ایسی مجلس میں جائے اس کا علم ہونا ضروری ہے۔ ہر ایک مبلغ کو چاہئے کہ وہ جغرافیہ، تاریخ، حساب، طب، آدابِ گفتگو، آداب مجلس وغیرہ علوم کی اتنی اتنی واقفیت ضرور رکھتا ہو جتنی مجلس شرفاء میں شامل ہونے کے لئے ضروری ہے۔ اور یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ تھوڑی سی محنت سے یہ بات حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے ہر علم کی ابتدائی کتابیں پڑھ لینی چاہئیں۔‘‘ (ماخوذ از ہدایات زریں۔ انوار العلوم جلد 5 صفحہ 584-585) اس کے علاوہ بھی آجکل ہمارے مربّیان سے اس زمانے کے حالات کے مطابق حالات حاضرہ کے متعلق سوال کئے جاتے ہیں اور بعض دفعہ کیونکہ اخبار وغیرہ باقاعدہ نہیں پڑھتے، علم نہیں ہوتا یا خبریں نہیں سنتے، علم نہیں ہوتا یا کسی بارے میں کسی معاملے کی گہرائی میں نہیں گئے ہوتے اس لئے بعض دفعہ جو دنیا دار لوگ ہیں وہ پھر برا اثر بھی لے لیتے ہیں۔ بعض جگہ سے ایسی شکایتیں آتی بھی ہیں۔ اس لئے حالات حاضرہ سے واقفیت اور جس مجلس میں جائیں اس کی ضروری واقفیت حاصل کر کے جانا چاہئے۔

’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مثال بیان کی ہے۔ فرماتے تھے کسی شخص کے دو بیٹے تھے۔ اس نے اپنا مال ان میں بانٹ دیا۔ چھوٹا بیٹا اپنا سارا مال لے کر دور دراز چلا گیا اور وہاں اس نے سارا مال بدچلنی میں ضائع کر دیا۔ آخر وہ ایک شخص کے ہاں چرواہے کے طور پر ملازم ہو گیا۔ (سب کچھ لٹ گیا آخر مزدوری کرنی پڑی۔) اس حالت میں اُس نے خیال کیا کہ میرے باپ کے کتنے ہی مزدوروں کو روٹی بڑی کھلی ملتی ہے۔ افراط سے ملتی ہے۔ مگر مَیں یہاں مزدوری کرنے کے باوجود بھوکا مر رہا ہوں۔ کیوں اس کے پاس جا کر یہ نہ کہوں کہ مجھے بھی اپنے مزدوروں کی طرح رکھ لے۔ اس پر وہ اپنے باپ کے پاس گیا۔ باپ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اسے گلے لگا لیا اور نوکروں سے کہا خوب موٹا تازہ بچھڑا لا کر ذبح کرو تا کہ ہم کھائیں اور خوشی منائیں۔ جب اس کا دوسرا بیٹا آیا (اس کو بھی دولت دی تھی اور وہ اپنا کاروبار بڑا اچھا کر رہا تھا) تو اسے یہ بات بہت بری لگی (کہ جو سب کچھ لٹا کر آ گیا ہے اس کی اتنی خاطر داری ہو رہی ہے) اور اپنے باپ کو اس نے کہا کہ مَیں اتنے برس سے تمہاری خدمت کر رہا ہوں اور کبھی تمہاری حکم عدولی نہیں کی مگر تم

نے کبھی ایک بکری کا بچہ بھی مجھے نہیں دیا کہ اپنے دوستوں کے ساتھ خوشی منالو۔ لیکن جب تمہارا یہ بیٹا آیا ہے جس نے تمہارا مال عیش وعشرت میں ضائع کر دیا اس کے لئے تو نے پلا ہوا بچھڑا ذبح کروا دیا۔ باپ نے کہا کہ تُو ہمیشہ میرے پاس ہے اور میرا جو کچھ ہے وہ تیرا ہی ہے لیکن تیرے اس بھائی کے آنے پر اس لئے خوشی منائی گئی کہ یہ مردہ تھا اب زندہ ہوا ہے۔ کھویا ہوا تھا اب ملا ہے۔ پس جو شخص کسی غلطی کا ارتکاب کرتا ہے جب وہ غلطی کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور جاتا ہے، اس کے آگے جھکتا ہے اور اپنے قصور کا اعتراف کرتا ہے اور اعتراف کرتے ہوئے ندامت کا اظہار کرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے اور پہلے سے زیادہ اس پر رحم کرتا ہے۔'' (ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 12 صفحہ 375)

پس ایک مومن کو بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپناتے ہوئے جہاں وہ یہ خواہش رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ سلوک کرے تو ان صفات کو اپناتے ہوئے جہاں بھی وہ دیکھیں کہ ان کے جو اپنے بھائی ہیں جنہوں نے قصور کئے ہوئے ہیں، اگر وہ سچے دل سے معافی مانگنے آتے ہیں اور قصوروں کا اعتراف کرتے ہیں تو اُسے ان سے صَرفِ نظر کرنی چاہئے۔ اس کے ساتھ ہی ان کے لئے بھی دعا کرنی چاہئے جو معافی نہیں بھی مانگ رہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بھی اور ہماری بھی غلطیوں کو معاف فرمائے اور ہم سے صَرفِ نظر کرے۔ انسان کا کردار ہر حالت میں مضبوط ہونا چاہئے۔ یہ نہیں کہ کبھی ادھر ہو گئے اور کبھی ادھر ہو گئے۔

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ ایک راجہ نے ایک دفعہ بینگن کھائے تو اسے بہت ہی مزہ آیا۔ (بہت سے لوگوں نے قصہ سنا ہوا ہے۔) وہ جب دربار میں آیا تو کہنے لگا کہ بینگن کیا ہی اچھی چیز ہے۔ اس کا ایک مصاحب تھا اس نے بھی بینگن کی تعریف شروع کر دی۔ کہنے لگا اور تو اَور اس کی شکل ہی دیکھئے کیسی عمدہ شکل ہے۔ سر تو ایسا ہے جیسے کسی پیر نے سبز پگڑی باندھی ہوئی ہو۔ نیلگوں لباس ہے تو آسمان کی رنگت کو مات کر رہا ہے۔ پودے کے ساتھ لٹکا ہوا ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی شہزادہ جھولا جھول رہا ہو۔ (ایسی ایسی تعریفیں کیں۔) طبّی طور پر جتنی اس کی خوبیاں تھیں ساری کی ساری گن گن کے بیان کر دیں۔ یہ باتیں سن کر راجہ کو شوق پیدا ہوا اور اس نے کچھ دن بینگن ہی کھانا شروع کر دیئے۔ بینگن چونکہ گرم ہوتے ہیں اس لئے انہوں نے حدّت پیدا کی (اور وہ) بیمار ہو گئے۔ تو راجہ نے ایک دن کہا بینگن بہت بری چیز ہے۔ اس پر اسی مصاحب نے اس کی برائیاں شروع کر دیں۔ کہنے لگا شکل دیکھئے کتنا کالا منہ ہے۔ نیلے پاؤں ہیں اس سے بھی زیادہ اور کیا اس کی برائی ہو سکتی ہے کہ الٹا لٹکا ہوا ہے جیسے کسی نے پھانسی پہ لٹکایا ہو۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے چونکہ ہر شئے کی خوبیاں بھی ہوتی ہیں، خامیاں بھی ہوتی ہیں، برائیاں بھی ہوتی ہیں تو اس موقع پر مصاحب نے اس کی تمام برائیاں جو طبی طور پر تھیں وہ بھی بیان کر دیں۔ پاس بیٹھنے والوں میں سے کسی نے کہا کہ یہ کیا ہے۔ کل اس وقت تم تعریفیں کر رہے تھے، آج اس کی برائیاں کر رہے ہو۔ کم از کم سچ تو بولا کرو۔ تو کہنے لگا کہ میں راجہ کا نوکر ہوں بینگن کا نہیں۔ (ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 10 صفحہ 78-77)

آجکل کی مسلمان دنیا میں عموماً یہی کچھ دیکھتے ہیں اور ان کو دیکھ کر ہمیں پھر سبق سیکھنا چاہئے۔ کیریکٹر کے لحاظ سے، کردار کے لحاظ سے، سب سے زیادہ مضبوط کردار تو مسلمان کا ہونا چاہئے لیکن بدقسمتی سے سب سے زیادہ کردار کے لحاظ سے گرے ہوئے یہی لوگ ہیں۔ سچائی پر قائم ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یہ تو خوشامد اور جہاں مفاد دیکھتے ہیں اسی طرف الٹ جاتے ہیں چاہے وہ لیڈر ہوں یا چاہے عوام الناس ہوں۔ سچائی پر قائم ہونے کا تقاضا تو یہ ہے کہ صحیح اور غلط کو سامنے رکھ کر پھر اپنی رائے قائم کی جائے اور صحیح مشورہ دیا جائے۔

پھر یہ بھی ایک اور واقعہ ہے۔ اس کو بیان کرتا ہوں۔ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق ہی حقیقت میں مسائل کا حل نکالتا ہے اور یہ تعلق تقویٰ سے بڑھتا ہے اور پھر ہم احمدی جن کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مان کر ہم نے صحیح اسلامی تعلیم کے مطابق زندگی گزارنی ہے تو ہمیں اس زندگی گزارنے کے لئے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف ہی دیکھنا ہے، اسی سے تعلق قائم کرنا ہے۔ ہماری کامیابی کبھی دنیاوی باتوں سے نہیں ہو سکتی۔ پس اگر ہم میں تقویٰ اور خوف الٰہی ہو، اگر ہم تقویٰ اور خوف الٰہی اپنے اندر پیدا کریں تو پھر ہی ہماری کامیابیاں ہیں اور جب یہ صورت ہو گی تو پھر فرشتے ہماری راہ ہموار کرتے چلے جائیں گے۔ انشاء اللہ۔

پس ہم میں سے ہر ایک کو یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ ہم نے تقویٰ پیدا کرنے کی کوشش کرنی ہے اور خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا ہے۔ بہت سارے حالات میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک دنیادار کا دنیادار سے تعلق جب اسے فائدہ پہنچا سکتا ہے تو خدا تعالیٰ کا تعلق تو اس سے ہزاروں لاکھوں گنا بڑھ کر نفع پہنچانے والا ہے۔ اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک قصہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک شخص کسی سفر پر جانے لگا تو اس نے اپنا کچھ روپیہ قاضی کے پاس امانت کے طور پر رکھوایا۔ عرصے کے بعد واپس آ کر اس نے جب روپیہ مانگا تو قاضی کی نیت بدل گئی اور اس نے کہا میاں عقل کی دوا کرو کون سا روپیہ اور کیسی امانت۔ میرے پاس تم نے کب روپیہ رکھوایا تھا۔ اس نے کوئی تحریر وغیرہ تو لی نہیں تھی کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ قاضی صاحب کی ذات ہی کافی ہے۔ مگر قاضی صاحب نے کہا کہ اگر کوئی روپیہ رکھ گئے تھے تو لاؤ ثبوت پیش کرو۔ کوئی رسید دکھاؤ۔ کوئی گواہ لاؤ۔ اس نے بہت یاد دلایا مگر وہ یہی کہتا رہا کہ کچھ نہیں ہے۔ تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ تم نے کبھی پیسہ نہیں دیا۔ آخر اس نے بادشاہ کے پاس شکایت کی۔ بادشاہ نے کہا کہ عدالت کے طور پر تو مَیں تمہارے حق میں کچھ نہیں کر سکتا۔ تمہارے خلاف فیصلہ کرنے پر مجبور ہوں کیونکہ کوئی تحریر نہیں ہے گواہ نہیں ہے ثبوت نہیں ہے۔ ہاں ایک ترکیب تمہیں بتا دیتا ہوں۔ اگر تم سچے ہو تو اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ فلاں دن میرا جلوس نکلے گا اور قاضی بھی اپنی ڈیوڑھی کے آگے موجود رہے گا۔ اس دن بادشاہ سڑکوں پر شہر میں دورہ کرے گا۔ تم بھی کہیں اس کے پاس کھڑے ہو جانا۔ مَیں تمہارے پاس پہنچ کر تمہارے ساتھ بے تکلفی سے بات شروع کروں گا کہ تم مجھے ملنے کیوں نہیں آئے؟ اور اتنے عرصے سے ملاقات نہیں ہوئی اور تم مجھے یہ کہنا کہ کچھ پریشانیاں سی تھیں۔ اس لئے حاضر نہیں ہو سکا۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور جلوس کے دن قاضی صاحب کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ آیا تو بادشاہ نے قاضی کے بجائے اس شخص سے مخاطب ہو کر بات شروع کر دی اور کہا تم چلے گئے، عرصے سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اس نے اپنے سفر کا حال بتایا۔ پھر بادشاہ نے پوچھا۔ واپسی پر کیوں نہیں ملے؟ اس نے جواب دیا کہ یونہی بعض پریشانیاں تھیں، کچھ وصولیاں وغیرہ کرنی تھیں۔ بادشاہ نے اسے کہا نہیں نہیں، تمہیں ضرور ہمیں ملنا چاہئے تھا۔ جلدی جلدی مجھے ملنے آیا کرو۔ جب بادشاہ کا جلوس گزر گیا تو قاضی صاحب نے اسی شخص سے کہا کہ میاں ذرا بات تو سنو۔ تم اس دن آئے تھے اور کسی امانت کا ذکر کرتے تھے۔ مَیں اب بوڑھا ہو گیا ہوں یادداشت کام نہیں کرتی۔ کچھ اتا پتا بتاؤ تو مجھے یاد آئے۔ اس نے پھر وہی باتیں دہرا دیں جو پہلے قاضی سے کر چکا تھا۔ اس پر قاضی صاحب کہنے لگے اچھا اچھا فلاں قسم کی تھیلی تھی، وہ تمہاری تھی۔ وہ تو پڑی ہوئی ہے۔ لے جاؤ آ کے اور لا کر روپیہ اسے دے دیا۔ تو یہ قصہ سنا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کی مخالفت سے کیا ڈرنا۔ کوئی بڑے سے بڑا جرنیل بھی تو تلواروں اور گولیوں وغیرہ سے ہی نقصان پہنچا سکتا ہے مگر یہ ساری چیزیں ہمارے خدا کی ہیں۔ اگر وہ کہے کہ اس طرف وار نہ کرو تو کون کر سکتا ہے۔ پس بندے کو اللہ تعالیٰ سے دوستی کرنی چاہئے، اس سے محبت کرنی چاہئے۔ ڈر سے یا مرنے مارنے سے کام نہیں بنتا۔ ترقی کی یہی راہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کے ہاتھ میں دے دے اور جس طرف وہ لے جانا چاہے اس طرف چلتا جائے۔ (ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 15 صفحہ 275-274)

ایک سچے مومن کی مثال کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سچے مومن کی مثال سچے دوست سے دیتے تھے۔ آپ سنایا کرتے تھے کہ کوئی امیر آدمی تھا اس کے لڑکے کے کچھ اوباش لڑکے دوست تھے۔ آوارہ گرد لڑکے دوست تھے۔ باپ نے اسے سمجھایا کہ یہ لوگ تیرے سچے دوست نہیں ہیں۔ محض لالچ کی وجہ سے تمہارے پاس آتے ہیں ورنہ ان میں سے کوئی بھی تمہارا وفادار نہیں ہے۔ مگر لڑکے نے اپنے باپ کو جواب دیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کوئی سچا دوست شاید میسر نہیں آیا۔ اس لئے آپ سب لوگوں کے متعلق یہی خیال رکھتے ہیں۔ میرے دوست ایسے نہیں ہیں۔ وہ بہت وفادار ہیں اور میرے لئے جان قربان کرنے کو تیار ہیں۔ باپ نے پھر سمجھایا کہ سچے دوست کا ملنا بہت مشکل ہے۔ باپ نے کہا کہ ساری عمر میں مجھے ایک ہی سچا دوست ملا ہے لیکن وہ لڑکا اپنی ضد پر قائم رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس نے گھر سے خرچ کے لئے کچھ رقم مانگی تو باپ نے جواب دیا کہ مَیں تمہارا خرچ برداشت نہیں کر سکتا۔ تم اپنے دوستوں سے مانگو۔ میرے پاس اس وقت کچھ نہیں ہے۔ دراصل اس کا باپ اس کے لئے موقع پیدا کرنا چاہتا تھا کہ وہ اپنے دوستوں کا امتحان لے۔ جب باپ نے گھر سے جواب دے دیا اور تمام دوستوں کو معلوم ہو گیا کہ لڑکے کو گھر سے جواب مل گیا ہے تو انہوں نے اس کے پاس آنا جانا بند کر دیا اور میل ملاقات چھوڑ دی۔ آخر تنگ آ کر یہ لڑکا خود ہی ان دوستوں کو ملنے کے لئے ان کے گھروں پہ گیا۔ جس دوست کے دروازے پر دستک دیتا وہ اندر سے ہی کہلا بھیجتا کہ وہ گھر میں نہیں ہے۔ کہیں باہر گئے ہوئے ہیں یا وہ بیمار ہیں اس وقت نہیں مل سکتے۔ سارا دن اس نے چکر لگایا مگر کوئی دوست ملنے کے لئے باہر نہ آیا۔ آخر شام کو گھر واپس لوٹا۔ باپ نے پوچھا بتاؤ دوستوں نے کیا مدد کی۔ کہنے لگا سارے ہی حرام خور ہیں۔ کسی نے کوئی بہانہ بنا لیا ہے اور کسی نے کوئی۔ باپ نے کہا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ یہ لوگ وفادار نہیں ہیں۔ اچھا ہوا تمہیں بھی تجربہ ہو گیا۔ اب آؤ مَیں تمہیں اپنے دوست سے ملاؤں۔ وہ پاس ہی ایک جگہ گیا۔ اس کا ایک دوست جو سپاہی تھا۔ کسی چوکی میں ملازم تھا۔ یہ باپ بیٹا اس کے مکان پر پہنچے اور دروازے پر دستک دی۔ اندر سے آواز آئی کہ میں آتا ہوں۔ کافی دیر ہو گئی۔ دروازہ کھولنے کے لئے کوئی نہ آیا۔ لڑکے کے دل میں مختلف خیالات پیدا ہونے شروع ہوئے۔ اس نے باپ سے کہا ابّا جی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دوست بھی میرے دوستوں جیسا ہی ہے۔ باپ نے کہا دیکھ۔ کچھ دیر انتظار کرو۔ آخر کچھ وقت گزر گیا۔ اس نے دروازہ کھولا تو باہر آیا تو گلے میں تلوار لٹکائی ہوئی تھی۔ ایک ہاتھ میں ایک تھیلی اٹھائی ہوئی تھی دوسرے ہاتھ سے بیوی کا بازو پکڑا ہوا تھا۔ دروازہ کھولتے ہی اس نے کہا کہ معاف فرمایئے آپ کو بہت تکلیف ہوئی۔ میں جلدی نہ آ سکا۔ میرے جلدی نہ آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ نے جب دروازے پر دستک دی تو میں سمجھ گیا کہ آج کوئی خاص بات

ہے کہ آپ خود آئے ہیں ورنہ آپ کسی نوکر کو بھی بھجوا سکتے تھے۔ میں نے دروازہ کھولنا چاہا تو مجھے یکدم خیال آیا کہ ہوسکتا ہے کوئی مصیبت آئی ہو۔ یہ تین چیزیں میرے پاس تھیں ایک تلوار اور ایک تھیلی جس میں میرا ایک سال کا اندوختہ ہے، چند سو روپے ہیں اور میری بیوی خدمت کے لئے آئی ہے کہ شاید آپ کے گھر میں کوئی تکلیف ہو۔ اور یہ دیر جو ہوئی ہے اس لئے ہوئی کہ تھیلی زمین میں دبائی ہوئی تھی اس کو نکالنے میں دیر لگ گئی۔ میں نے خیال کیا کہ ممکن ہے کوئی ایسی مصیبت ہو جس میں کوئی جانباز کام آسکتا۔ ہو اس لئے میں نے تلوار ساتھ لے لی کہ اگر جان کی ضرورت ہو تو مَیں جان پیش کرسکوں۔ پھر میں نے خیال کیا کہ گو آپ امیر آدمی ہیں لیکن ہوسکتا ہے کوئی مصیبت ایسی آئی ہو جس سے آپ کا مال ضائع ہو گیا ہو اور مَیں روپیہ سے آپ کی مدد کرسکوں تو مَیں نے یہ تھیلی ساتھ لے لی ہے۔ اور پھر مَیں نے خیال کیا کہ بیماری وغیرہ انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ ہوسکتا ہے آپ کے گھر میں کوئی تکلیف ہو تو میں نے بیوی کو بھی ساتھ لے لیا تا کہ وہ خدمت کر سکے۔ اس امیر آدمی نے کہا کہ میرے دوست! مجھے اس وقت کسی مدد کی ضرورت نہیں ہے اور کوئی مصیبت اس وقت مجھے نہیں آئی بلکہ مَیں صرف اپنے بیٹے کو سبق سکھانے کے لئے آیا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ یہ سچی دوستی ہے اور اس سے بڑھ کر سچی دوستی انسان کو اللہ تعالیٰ سے قائم کرنی چاہئے کہ وہ اپنی جان اور مال اور اپنی ہر چیز کی قربانی کے لئے تیار رہے۔ جس طرح دوست کبھی مانتے ہیں اور کبھی منواتے ہیں اسی طرح انسان کا فرض ہے کہ وہ صدق دل کے ساتھ اور شرح صدر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانیاں کرتا چلا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری کتنی باتیں مانتا ہے۔ رات دن ہم اس کی عطا کردہ نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس نے جو چیزیں ہماری راحت اور آرام کے لئے بنائی ہیں ہم ان کو استعمال کرتے ہیں۔ آخر کس حق کے ماتحت ہم اتنی چیزوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہماری کتنی خواہشوں کو پورا کرتا ہے اور اگر کوئی ایک آدھ دفعہ اپنی خواہش کے خلاف ہو جائے تو کس طرح لوگ اللہ تعالیٰ سے بدظن ہو جاتے ہیں۔ اصل تعلق یہ ہے کہ عُسر ہو اور یُسر ہو دونوں حالتوں میں استوار رہے اور اس میں کوئی فرق نہ آئے۔ (ماخوذ از اب عمل اور صرف عمل کرنے کا وقت ہے، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 382 تا 384)

پس وہ لوگ جو نمازوں کے حق ادا نہیں کرتے انہیں اپنے جائزے لینے چاہئیں۔ وہ لوگ جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو پورا نہیں کرتے انہیں اپنے جائزے لینے چاہئیں۔ وہ لوگ جو یہاں آئے تو احمدیت کی وجہ سے ہیں لیکن یہاں آکر بھول گئے ہیں کہ احمدیت کی وجہ سے ہی انہیں یہاں رہنے کا، شہریت کا حق ملا ہے اور اس وجہ سے ان کو زیادہ سے زیادہ جماعت کی خدمت کے لئے آگے آنا چاہئے لیکن وہ اسے بھول جاتے ہیں اور بعض دفعہ اعتراض شروع کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ نہ اچھے عابد ہیں نہ وفادار ہیں۔ وفا تو جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ عُسر اور یُسر میں تنگی اور آسائش میں دونوں حالتوں میں ایسی ہونی چاہئے جس کے اعلیٰ معیار قائم ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ہر وقت اس کے در پر رہ کر قربانی کے لئے اپنے آپ کو تیار رکھنا چاہئے۔

اس دوستی کا حق ادا کرنے والے اشخاص کا واقعہ جو ابھی میں نے سنایا ہے وہ انبیاء اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر کس طرح چسپاں ہوتا ہے۔ اس کو بھی حضرت مصلح موعود نے بڑے خوبصورت رنگ میں بڑے دلچسپ الفاظ میں پیش فرمایا کہ جہاں محبت ہوتی ہے وہاں دلیلیں نہیں پوچھی جاتیں۔ وہاں انسان پہلے اطاعت کا اعلان کرتا ہے پھر یہ سوچتا ہے کہ میں اس حکم پر کس طرح عمل کروں۔ یہی کیفیات انبیاء کی ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا پہلا کلام اترتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبت ان کے دلوں میں اتنی ہوتی ہے کہ وہ دلیل بازی نہیں کرتے۔ اور پھر جب خدا کی آواز ان کے کانوں تک پہنچتی ہے تو وہ یہ نہیں کہتے کہ اے ہمارے ربّ! کیا تُو ہم سے ہنسی کر رہا ہے۔ کہاں ہم اور کہاں یہ کام؟ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! بہت اچھا اور یہ کہہ کر کام کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد سوچتے ہیں کہ اب انہیں کیا کرنا چاہئے۔ یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس رات کیا۔ خدا نے کہا اٹھ اور دنیا کی ہدایت کے لئے کھڑا ہو اور وہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر یہ سوچنے لگے کہ اب میں یہ کام کس طرح کروں گا۔ پس آج سے پچاس سال پہلے (جب آپ نے پچاس سال کہا تھا اور آج اس بات کو تقریباً 125 سال ہو گئے ہیں بلکہ آج سے 27-126 سال) کہتے ہیں کہ آج سے پچاس سال پہلے کی وہ تاریخی رات جو دنیا کے آئندہ انقلابات کے لئے زبردست حربہ ثابت ہونے والی ہے۔ جو آئندہ بننے والی نئی دنیا کے لئے ابتدائی رات اور ابتدائی دن قرار دی جانے والی ہے۔ اگر ہم اس رات کا نظارہ سوچیں تو یقیناً ہمارے دل اس خوشی کو بالکل اور نگاہ سے دیکھیں۔ ہم میں سے کتنے ہیں جو یہ سوچتے ہیں کہ یہ خوشی انہیں کس گھڑی کے نتیجہ میں ملی ہے۔ یعنی وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آئے انہیں یہ مسرت کس فعل کے نتیجے میں حاصل ہوئی اور کس رات کے بعد ان پر کامیابی و کامرانی کا یہ دن چڑھا۔ بہت سے لوگ مسیح موعود کا انتظار کرتے کرتے مر گئے لیکن وہ جنہوں نے مانا وہ یہ سوچتے ہیں اور اس طرح سوچتے ہیں کہ یہ خوشی اور یہ مسرت اور یہ کامیابی و کامرانی کا دن ان کو اس گھڑی اور اس رات کے نتیجہ میں ملا جس میں ایک تن تنہا بندہ جو دنیا کی نظروں میں حقیر اور تمام دنیاوی سامانوں سے محروم تھا اسے خدا نے کہا کہ اٹھ اور دنیا کی ہدایت کے لئے کھڑا ہو اور اس نے کہا اے میرے رب میں کھڑا ہو گیا۔ یہ وہ وفاداری تھی، یہ وہ محبت کا صحیح نظارہ تھا جسے خدا نے قبول کیا اور اس نے اپنے فضل اور رحم سے اس کو نوازا۔ رونا اور ہنسنا دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہیں۔ اللہ تعالیٰ نہ روتا ہے نہ ہنستا ہے لیکن محبت کی گفتگو میں اور محبت کے کلاموں میں یہ باتیں آہی جاتی ہیں۔ جس طرح حدیث میں بھی آتا ہے کہ جب ایک صحابی نے مہمان نوازی کی تو اللہ تعالیٰ ان کی باتوں پر خوش ہوا اور ہنسا۔ (بخاری کتاب مناقب الانصار باب قول الله عزوجل ویؤثرون علی انفسهم حدیث 3798) بہرحال فرماتے ہیں کہ پس میں کہتا ہوں کہ اگر خدا کے لئے بھی رونا ممکن ہوتا، اگر خدا کے لئے بھی ہنسنا ممکن ہوتا تو جس وقت خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہا کہ میں تجھے دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑا کرتا ہوں اور آپ فوراً کھڑے ہو گئے اور آپ نے یہ سوچا تک نہیں کہ یہ کام مجھ سے ہوگا کیونکر۔ اگر اس وقت خدا کے لئے رونا ممکن ہوتا تو میں یقیناً جانتا ہوں کہ خدا رو پڑتا اور اگر خدا کے لئے ہنسنا ممکن ہوتا تو وہ یقیناً ہنس پڑتا۔ وہ ہنستا بظاہر اس بیوقوفی کے دعوے پر جو تمام دنیا کے مقابلے پر ایک نحیف و ناتواں وجود نے کیا اور وہ رو پڑتا اس جذبہ محبت پر جو اس تن تنہا روح نے خدا کے لئے ظاہر کیا۔ یہی سچی دوستی تھی جو خدا کو منظور ہوئی اور اسی رنگ کی سچی دوستی ہی ہوتی ہے جو دنیا میں بھی کام آیا کرتی ہے۔ پھر آپ نے وہ واقعہ بیان کیا جو میں نے دو دوستوں کا، غریب اور امیر کا بیان کیا۔ پھر فرمایا کہ دنیا کی زبان میں یہ دوستی کی نہایت ہی شاندار مثال ہے جو بیان پہلے ہو چکی ہے اور انسان ایسے جذبات کو دیکھ کر بغیر اس کے کہ وہ اپنے دل میں شدید ہیجان محسوس کرے نہیں رہ سکتا۔ مگر اس دوستی کا اظہار اُس دوستی کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں جو نبی اپنے خدا کے لئے ظاہر کرتے ہیں۔ وہاں قدم قدم پر مشکلات ہوتی ہیں۔ وہاں قدم قدم پر قربانیاں پیش کرنی پڑتی ہیں اور وہاں قدم قدم پر مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ پس نبیوں کا جواب اپنے خدا کو ویسا ہی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے جیسے اس غریب آدمی نے امیر آدمی کو دیا تھا۔ بیشک اگر معقولات کی نظر سے اس کو دیکھیں اور منطقی نقطہ نگاہ سے اس پر غور کریں تو اس غریب آدمی کی یہ حرکت ہنسی کے قابل نظر آتی ہے کیونکہ اس امیر کے ہزاروں نوکر چاکر تھے، ان کے ہوتے ہوئے ان کی بیوی نے کیا زائد خدمت کر لینی تھی۔ اسی طرح وہ لاکھوں کا مالک تھا اس کو سوڈیڑھ سو روپے کی تھیلی کیا فائدہ پہنچا سکتی تھی اور خود اس کے کئی پہریدار اور محافظ تھے اس کو اس دوست کی تلوار کیا نفع پہنچا سکتی تھی؟ مگر محبت کے جوش میں اس نے یہ نہیں سوچا کہ میری تلوار کیا کام دے گی۔ میرا تھوڑا سا روپیہ کیا فائدہ دے گا اور میری بیوی کیا خدمت سرانجام دے گی۔ اس نے تو اتنا ہی سوچا کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ مجھے حاضر کر دینا چاہئے۔ جس وقت محبت کا انتہائی جوش اٹھتا ہے اس وقت عقل کام نہیں کرتی۔ محبت عقل کو پرے پھینک دیتی ہے اور محبت فِکر کو پرے پھینک دیتی ہے اور پھر وہ محبت آپ سامنے آجاتی ہے۔ جس طرح چیل جب مرغی کے بچوں پر حملہ کرتی ہے تو مرغی بچوں کو جمع کر کے اپنے پروں کے نیچے چھپا لیتی ہے اور بعض دفعہ تو محبت ایسی ایسی حرکات کرا دیتی ہے کہ دنیا اسے پاگل پنے کی حرکات قرار دیتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ جنون دنیا کی ساری عقلوں سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے اور دنیا کی ساری عقلیں اس ایک مجنونانہ حرکت پر قربان کی جاسکتی ہیں کیونکہ اصل عقل وہی ہے جو محبت سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ یاد رکھنے والی چیز ہے کہ اصل عقل وہی ہے جو محبت سے پیدا ہوتی ہے۔ نبی کو بھی جب آواز آتی ہے کہ خدا زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا خدا، خدا عزت و شوکت کو پیدا کرنے والا خدا، بادشاہوں کو گدا اور گداؤں کو بادشاہ بنانے والا خدا، حکومتوں کو قائم کرنے اور حکومتوں کو مٹانے والا خدا، دولتوں کو دینے اور دولتوں کو لینے والا خدا، رزق کے دینے اور رزق کے چھیننے والا خدا، زمین و آسمان کے ذرے ذرے اور کائنات کا مالک خدا ایک کمزور، ناتواں اور نحیف انسان کو آواز دیتا ہے کہ مَیں مدد کا محتاج ہوں، میری مدد کرو تو وہ کمزور اور ناتواں اور نحیف بندہ عقل سے کام نہیں لیتا۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ حضور کیا فرما رہے ہیں۔ کیا حضور مدد کے محتاج ہیں۔ اے اللہ تُو مدد کا محتاج ہے؟ حضور تو زمین و آسمان کے بادشاہ ہیں۔ میں کنگال اور غریب، کمزور آپ کی کیا مدد کرسکتا ہوں۔ وہ یہ نہیں کہتا بلکہ وہ نحیف و نزار اور کمزور جسم کو لے کر کھڑا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ مَیں حاضر ہوں۔ مَیں حاضر ہوں۔ مَیں حاضر ہوں۔ کون ہے جو ان جذبات کی گہرائیوں کا اندازہ کرسکتا ہے سوائے اس کے جس کو محبت کی چاشنی سے تھوڑا بہت حصہ ملا ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ آج سے پچاس سال پہلے (اُس وقت اور آج سے 126 سال پہلے) اسی خدا نے پھر یہ آواز بلند کی اور قادیان کے گوشہ تنہائی میں پڑے ہوئے ایک انسان سے کہا کہ مجھے مدد کی ضرورت ہے۔ مجھے دنیا میں ذلیل کر دیا گیا ہے۔ میری دنیا میں کوئی عزت نہیں ہے۔ میرا دنیا میں کوئی نام لیوا نہیں ہے۔ میں بے یار و مددگار ہوں۔ اے میرے بندے میری مدد کر۔ اس نے یہ نہیں سوچا کہ یہ کہنے والا کون ہے۔ اور جس نے خطاب کیا ہے اور جس سے خطاب کیا جاتا ہے وہ کون ہے اس کی عقل نے یہ نہیں کہا کہ مجھے بلانے والے کے پاس تمام طاقتیں ہیں میں بھلا اس کی کیا مدد کرسکتا ہوں۔ اس کی محبت نے یعنی خدا تعالیٰ کی محبت نے اس کے دل میں ایک آگ لگا دی۔ جب خدا تعالیٰ کا پیغام ملا تو ایک آگ لگا دی اور دیوانہ وار بغیر کسی چیز کے جوش میں کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا میرے رب میں حاضر ہوں۔ میرے رب میں حاضر ہوں۔ میرے رب مَیں۔ میں بچاؤں گا دین کو تباہ ہونے سے بچاؤں

گا۔ (ماخوذ از الفضل 25 جنوری 1940ء جلد 28 نمبر 15 صفحہ 8 تا 10)

پس آج ہم جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں فنا شخص کو اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو دنیا میں پھیلانے کا عہد کر کے کھڑا ہونے والے شخص کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آج ہم جو اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کی بیعت میں آنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اگر آج ہم یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آنے سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوئی ہے اور اسلام اپنی نشأۃ ثانیہ کے دور میں داخل ہوا ہے اور اب یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ دنیا کے کونے کونے میں پہنچے گا۔ اگر ہم نے آپ سے یہ عہد بیعت اس لئے کیا ہے کہ ہم آپ علیہ السلام کے کام میں آپ کے مددگار بنیں گے تو پھر اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ جو بھی ہم میں ہیں، کم ہیں یا زیادہ ہمیں بھی آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آگے آنا چاہئے۔ اپنی محبت کے اظہار خدا تعالیٰ سے بھی، اس کے رسول سے بھی اور اس کے مسیح سے بھی کرنے چاہئیں۔ اپنی حالتوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنی چاہئیں۔ اپنی وفاؤں کے معیار اونچے کرنے چاہئیں۔ اُسی طرح ہر قربانی کے لئے تیار رہنا چاہئے جس طرح وہ غریب دوست اپنے امیر دوست کے لئے تیار ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ: لیسٹر میں مسجد کا افتتاح ......از صفحہ 2

بقیہ: لیسٹر میں مسجد کا افتتاح ......از صفحہ 2

گے اور دنیا کے لئے ایک مثال قائم کریں گے۔ انہوں نے اپنے بیان میں اس امر کا ذکر کیا کہ حال ہی میں دہشتگردی کے سدِّ باب کے لئے برطانوی پارلیمنٹ میں بنائی جانے والی ایک کمیٹی میں جماعتِ احمدیہ کے وفد نے خلافت کے حقیقی مفہوم کو بیان کیا۔ اس وفد نے شواہد کے ساتھ اور بہت لیاقت سے اس بات کو واضح کیا کہ خلافت کا اصل اور حقیقی منصب کیا ہے۔ اور کس طرح آپ (حضور) کی خلافت کے زیرِ سایہ اس بات کو یقینی بنایا جاتا ہے کہ آپ کی جماعت اپنے ماٹو پر قائم رہے اور دنیا بھر میں امن کے فروغ کے لئے کوششیں کرتی رہے۔

خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اس کے ساتھ ہی تقریب اس بابرکت مرحلہ پر پہنچ گئی جہاں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صدارتی خطاب فرمانا تھا۔ حضورِ انور ڈائس پر تشریف لائے۔ تشہّد و تعوّذ اور تسمیہ کے بعد حضورِ انور نے اس تقریب کے تمام مدعوین کو 'السلام علیکم' کا تحفہ پیش فرمایا اور ان کا اس تقریب میں شامل ہونے پر شکریہ ادا کیا۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ آپ کا اس تقریب میں تشریف لانا اس امر کا ثبوت ہے کہ آپ انسانی اقدار کا خیال رکھنے والے اور ان کے قدردان ہیں۔ اس شہر کی بھی یہی پہچان ہے۔ لیسٹر میں گزشتہ ایک ہزار سال سے زائد عرصہ سے مختلف قومیتوں کے لوگ آباد چلے آ رہے ہیں جو باہم مل جل کر پُر امن طریق پر زندگی گزارنے کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر وائکنگز (Vikings) اور اینگلوسیکسنز (Anglo Saxons) کے مابین کئی جنگیں لڑی گئیں۔ لیکن بالآخر انہوں نے اس بات کو سمجھ لیا کہ امن اور سلامتی کے ساتھ رہتے ہوئے ایک دوسرے کے حقوق کی پاسداری میں ہی اس شہر کی بقا ہے۔ چنانچہ آج بھی اس شہر میں متعدد اقوام امن کے ساتھ مل جل کر رہ رہی ہیں۔ 2011ء کی مردم شماری کے مطابق لیسٹر کا شمار انگلستان کے ان شہروں میں ہوتا ہے جہاں کی آبادی اپنے اندر قومیتوں کے لحاظ سے بہت تنوع رکھتی ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ کچھ روز پہلے ہی میرے علم میں یہ بات آئی کہ لیسٹر کی ناربوروڈ (Narborough Road) کے بارہ میں سرکاری طور پر یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ انگلستان میں یہ شاہراہ ایسی ہے جہاں پر سب سے زیادہ قومیتوں سے تعلق رکھنے والے افراد رہتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ میری رائے میں یہ بات لیسٹر شہر کے لئے ایک اعزاز ہے کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ لیسٹر ایک ایسا شہر ہے جہاں مختلف رنگ و نسل سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے ایک کامیاب معاشرہ تشکیل دیا ہے۔ آپ لوگوں کو اس اعزاز کو ہمیشہ قائم رکھنا چاہیے۔

حضور نے فرمایا: آج ہم اس دور سے گزر رہے ہیں جس میں دنیا کے حالات خراب سے خراب تر ہوتے جا رہے ہیں۔ ہر طرف ناانصافیاں ہی ناانصافیاں ہیں۔ ان حالات میں ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم باہمی رواداری کے ان اصولوں پر اپنے معاشرہ کی بنیاد رکھیں جن کا یہ شہر ایک عرصہ سے علمبردار رہا ہے۔ ہم نے ساری دنیا کو ایک دوسرے کی اقدار اور ایک دوسرے کے عقائد کا احترام کرتے ہوئے 'انسانیت' کی چھتری کے نیچے جمع کرنا ہے۔ اس شہر کی تاریخ کے مطالعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ قیامِ امن کے لئے باہمی محبت، رواداری اور ایک دوسرے کا احترام بہت ضروری ہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا: لیسٹر میں جہاں مختلف اقوام سے تعلق رکھنے والے لوگ آباد ہیں وہاں مختلف مذاہب کو ماننے والے بھی بستے ہیں۔ یہ بات آپ کے شہر کے ثقافتی تنوع اور اس کی خوبصورتی کو اور بھی نکھارتی ہے۔ ہماری

مسجد کی افتتاحی تقریب میں آپ سب لوگوں کا اس کثرت سے شامل ہونا آپ کے شہر کی اعلیٰ اخلاقی قدروں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ اب میں اسلامی نقطۂ نظر سے ایک مسجد کے قیام کی اغراض و مقاصد بیان کروں گا۔ حضور نے فرمایا کہ ایک اندازہ کے مطابق لیسٹر میں دوسو کے قریب مساجد اور اسلامی مراکز قائم ہیں۔ اس لئے یہاں کے لوگوں کے لئے مسجد کا لفظ نیا نہیں ہوگا۔ لیکن ہمارے لیے یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے جماعتِ احمدیہ کو لیسٹر میں اپنی نئی مسجد کے افتتاح کی توفیق دے رہا ہے اور مجھے یقین ہے کہ جہاں اس مسجد میں لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالائیں گے وہاں یہ مسجد اس شہر کی مساجد اور دیگر عبادتگاہوں میں ایک خوبصورت اضافہ بھی ہوگی۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ مسجد وہ جگہ ہے جہاں مسلمان اکٹھے ہو کر خدائے واحد کی عبادت کے لئے باجماعت نماز پڑھتے ہیں۔ اس کے علاوہ مسجد ایسا مرکز بھی ہے جہاں مسلمان اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں۔ گویا مسجد ایک طرف خدا تعالیٰ کی عبادت کا مرکز ہوتی ہے تو دوسری جانب لوگ معاشرہ کی فلاح اور انسانیت کی بہبود کے لئے بھی یہیں اکٹھے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسلامی تعلیمات کی رو سے مسلمانوں پر یہ فرض کیا ہے کہ وہ تمام انسانوں کے حقوق ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں اور ہمسایوں دونوں کے حقوق قائم فرمائے ہیں۔ اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ یہاں کے احمدی مسلمان اس مسجد کے آس پاس بسنے والے لوگوں کا خاص طور پر خیال رکھیں گے۔ اور مجھے یقین ہے کہ جو بھی احمدی یہاں نماز ادا کرنے آئے گا وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ مسجد کے ہمسایوں اور پھر وسیع طور پر تمام تر معاشرے کے حقوق کا خاص خیال رکھے گا۔ اس مسجد سے ایک دوسرے سے محبت اور باہمی ہمدردی کا سبق دیا جائے گا اور یہ مسجد ہر سمت محبت کو پھیلانے کا کام کرے گی۔ اس لئے کسی کو اس مسجد سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ اس مسجد کے قیام کے بعد آپ لوگوں پر یہ بات بھی روشن ہو جائے گی کہ 'محبت سب کے لئے، نفرت کسی سے نہیں' کا نعرہ محض ایک نعرہ ہی نہیں بلکہ ہم لوگ پوری لگن کے ساتھ اس سنہری اصول کے مطابق زندگیاں گزار رہے ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو! کہ یہی ہمارے مذہب کی تعلیم ہے۔ انشاء اللہ ہر چڑھنے والا دن آپ پر یہ واضح کرتا چلا جائے گا کہ اسلامی تعلیمات کس قدر عظیم اور خوبصورت ہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ جیسا کہ مَیں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ اس شہر کی تاریخ سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر مختلف اقوام کے باہم امتزاج کا ایک بہت خوبصورت اور کامیاب مجموعہ ہے اور یہاں پر بسنے والے لوگ اس شہر کے وسیع تر مفاد کو اپنے پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ احمدی مسلمان بھی ان باتوں کا خاص خیال رکھیں گے اور وسعتِ نظری کا ثبوت دیتے ہوئے ان پختہ بنیادوں پر ایک مضبوط معاشرہ کے قیام کی کوشش کریں گے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ ہم اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اپنے ہمسایوں کا خیال رکھیں گے اور ان کے حقوق کو ہر طرح سے بجالائیں گے۔ اسلام میں واضح طور پر ہمسایوں کے حقوق کا ذکر ہے۔ جس طرح قرآنِ کریم میں مثلاً اولاد پر والدین کے حقوق بیان کیے گئے ہیں اسی طرح ایک مسلمان پر ہمسایوں کے بھی بہت سے حقوق قائم کیے گئے ہیں۔ ان پر فرض ہے کہ وہ اپنے ہمسایوں سے محبت کریں، ان کی حفاظت کریں، ان سے احترام سے پیش آئیں۔ بانی اسلام حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمسائے کے حقوق کی ادائیگی کے بارہ میں اس قدر تاکید فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گمان گزرا کہ اللہ تعالیٰ شائد ہمسائے کو وراثت میں حصہ دار بنا دے گا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ تم دوسرے کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے کرتے ہو۔ یہ بظاہر ایک سادہ سی بات ہے لیکن اگر ہم غور کریں اور اس زبردست اصول پر کاربند ہو جائیں تو پوری دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے۔ یہ عالمگیر اصول ہمیشہ کی طرح آج بھی ایک رہنما اصول ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ اس حدیث کے مطابق اگر میں چاہتا ہوں کہ دوسرے میرے ساتھ اچھی طرح پیش آئیں، میرا خیال کریں، تو میرا یہ فرض بنتا ہے کہ میں بھی ان کے ساتھ عمدہ سلوک کروں۔ ایک مسلمان ہونے کے ناطے میرا یہ فرض بنتا ہے کہ مَیں اپنے ہمسائے کا خیر خواہ رہوں۔ بلکہ میرے لیے ضروری ہے کہ مَیں اپنے شہر میں بسنے والے تمام لوگوں کی بھلائی چاہوں۔ میرے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ میں اپنے تمام ہم وطنوں کا خیر خواہ رہوں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ میرا فرض ہے کہ میں کرّۂ ارض پر بسنے والے تمام انسانوں کا سچا خیر خواہ بنوں۔ قرآن کریم میں ہمسائے کی جو تعریف بیان کی گئی ہے وہ بہت وسیع ہے اور اپنے اندر بہت سے لوگوں کو شامل کرتی ہے۔ اس تعریف کے مطابق ایک

مسلمان کے ہمسایوں میں بہت سے لوگوں کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ سفر کرنے والا شخص بھی شامل ہے۔ چنانچہ حقیقی اسلامی تعلیم کے مطابق ایک مسلمان کے لئے تمام انسانوں کے حقوق کو بجالانا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ ہمسائے کے حقوق کو ادا کرنا۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ قرآنِ کریم کی سورۃ النساء آیت 37 میں ایک ہی جگہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے کا ارشاد کچھ اس طرح ہے: ''اور تم اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ (بہت) احسان (کرو) اور (نیز) رشتہ دار ہمسایوں اور بے تعلق ہمسایوں اور پہلو (میں بیٹھنے) والے لوگوں اور مسافروں اور جن کے تم مالک ہو (ان کے ساتھ بھی)۔ (اور) جو متکبر اور اِترانے والے ہوں اُنہیں اللہ ہرگز پسند نہیں کرتا۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ دوسرے لوگوں کی عزت کرنے، ان کی خیر خواہی اور ان سے محبت کے ساتھ پیش آنے کا حکم دیتا ہے۔ اس جامع آیت میں واضح طور پر ایک مسلمان کے اوپر رنگ و نسل اور عقیدہ کی پابندی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے محض انسانیت کی بنیاد پر سب کی خدمت کرنا فرض کر دیا گیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر قریبیوں کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ اسی لیے میں نے یہ کہا تھا کہ جب قرآن مسلمانوں کو اپنے ہمسایوں اور اپنے رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے تو درحقیقت اس سے یہ مراد ہے کہ وہ تمام انسانوں کے حقوق ادا کرے۔ قرآن مجید صرف مختلف اقوام کے اکٹھے رہنے کو ہی نہیں تسلیم کرتا بلکہ سب لوگوں اور سب ہی قوموں کے حقوق بھی قائم فرماتا ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ اگرچہ میڈیا میں اسلام کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلائی جارہی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام مذہبی آزادی کا حقیقی علمبردار ہے۔ چنانچہ جہاں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عبادت کرنے کا حق دیتا ہے وہاں دوسرے تمام مذاہب کے ماننے والوں کے حقوق بھی قائم فرماتا ہے۔ اور یہ بات قرآن کریم کی سورۃ الحج کی آیت 41 سے ثابت ہے جس میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دوسرے مذاہب کی عبادتگاہوں کو تحفظ فراہم کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس آیت میں کفارِ مکہ کے مظالم کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنے تحفظ کے لئے جنگ لڑنے کی اجازت دی گئی ہے۔ لیکن اس آیت کے الفاظ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جنگ کی اجازت کا مقصد صرف 'اسلام' کا تحفظ نہیں تھا بلکہ 'مذہب' کا تحفظ تھا۔ یعنی اس آیت کے مطابق جنگ کی اجازت اس لئے دی گئی تھی کیونکہ دشمنانِ اسلام مذہبی آزادی کو سلب کرنا چاہتے تھے۔ اور اگر مسلمان اس وقت دفاعی جنگ نہ کرتے تو گرجے، یہودیوں کی عبادتگاہیں، مندر، مساجد اور دیگر عبادتگاہیں کہ جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے تباہ کر دیے جاتے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ ان تمام باتوں سے ہم یہ اخذ کر سکتے ہیں کہ مساجد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے نہیں قائم کی جاتیں بلکہ اس کی مخلوق کے ایک دوسرے پر حقوق کی بجا آوری کے لئے بھی مرکز کا کام کرتی ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ دوسروں کے ساتھ صلح کے ساتھ رہیں۔ ان کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ دوسروں کی عبادتگاہوں کو تحفظ فراہم کریں کجا یہ کہ ان کو مسمار کرنے والے ہوں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ آپ میں سے اکثر میرے ساتھ اس بات پر اتفاق کریں گے کہ اگر ہم ان باتوں پر عمل کرنا شروع کر دیں تو دنیا میں امن اور بھائی چارے کی فضا قائم ہو سکتی ہے۔ اگر ان مذہبی تعلیمات کو مدِّنظر رکھ لیں تو ان لوگوں کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا جو مذہب کو فتنہ و فساد کا سبب قرار دیتے ہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض نام نہاد مسلمان ایسے بھی ہیں جو غیر انسانی اور غیر اخلاقی جرائم کر کے اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔ ہر امن پسند آدمی ان کی ظالمانہ اور جاہلانہ حرکات کو دیکھ کر خوفزدہ ہی ہوگا۔ لیکن یہ بات اچھی طرح واضح ہو جانی چاہیے کہ ایسے تمام عناصر اسلام کی حقیقی تعلیمات کے الٹ کام کر رہے ہیں۔ ان حرکات کا ان کے پاس کوئی جواز نہیں۔ بہرحال مجھے یقین ہے کہ اس مسجد کے افتتاح کے بعد احمدی مسلمان پہلے سے بڑھ کر سچے اور حقیقی اسلام کو یہاں متعارف کروائیں گے اور اپنے کردار سے اسلام کی پُرامن اور روشن تعلیم کو پھیلائیں گے۔ وہ یہ ثابت کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں صرف عبادت کا ہی حکم نہیں دیا بلکہ تمام انسانوں کے حقوق ادا کرنے کی بھی تاکید کی ہے۔ وہ اپنی ذات میں اسلام کی خوبصورت اور نیک تعلیم کا نمونہ پیدا کریں گے۔ دوسروں سے محبت اور رواداری کا معاملہ کریں گے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ اس وقت جبکہ دنیا تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے ہم سب کا ایک دوسرے کے ساتھ مل کر امن کو قائم کرنے کی کوشش کرنا بہت ضروری ہے۔ ہمیں دنیا کو تباہ کن جنگِ عظیم سے بچانے کے لئے متحد ہو کر اور ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہوئے قیامِ امن کے لئے کام کرنا ہوگا جبکہ ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ ہر آنے والا لمحہ ہمیں اس جنگ سے قریب تر کرتا چلا جا رہا ہے۔ ماضی میں بھی اس شہر کے رہنے والوں نے اچھے برے حالات میں ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھے رہنے کا فائدہ اٹھایا ہے۔ مَیں دعا کرتا ہوں کہ ماضی کے اسباق ہمارے مستقبل کو محفوظ بنانے کے لئے ہمیں ہماری ذمہ داریاں یاد دلانے کے لئے کافی ہوں۔ مَیں دعا کرتا ہوں کہ ہم جنگ اور تباہی کے آنے سے پہلے ہی اسے بھانپ کر اس سے بچنے کی کوشش کرسکیں۔ مَیں دعا کرتا ہوں کہ ہمیں اس بات کا اندازہ ہو جائے کہ ہمیں قیامِ امن کے لئے کتنی کوششیں کرنی ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ ہمیں اس بات کا ادراک ہو جائے کہ ہمارا خالق یہ چاہتا ہے کہ تمام بنی نوع انسان ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہیں اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ آخر پر مَیں یہاں رہنے والے احمدیوں سے بھی کہوں گا کہ وہ حقیقی اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے رہیں۔ ان کا کردار دوسروں کے لئے نمونہ بننے والا ہو۔ انہیں ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ اگر انہوں نے دوسروں کی خدمت نہ کی تو پھر اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ تو اُس کی رضا کا موجب بنے گی، نہ ہی خود انہیں اس کا کوئی فائدہ پہنچے گا اور نہ ہی اس مسجد کے قیام کا مقصد پورا ہو سکے گا۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ اس مسجد کے نام کا مطلب 'عزت والا گھر' ہے۔ اس لئے وہ لوگ جو اس میں داخل ہوں گے وہ ایک دوسرے کے لئے محبت، عزت اور احترام کرنے والے ہوں گے۔ اسی طرح ان کا عمل وسعت اختیار کرتے ہوئے اپنے معاشرے کے لئے بھی محبت، عزت اور احترام کا موجب بنے گا۔ انشاء اللہ یہ مسجد روشنی کے اس مینار کی مانند جانی جائے گی کہ جس سے نکلنے والی روشنی اپنے اردگرد کے ماحول کو منور کر دیتی ہے۔ اور یہ مسجد امن کی علامت کے طور پر لیسٹر شہر میں آپ اپنی پہچان ہو گی۔ خدا کرے کہ مقامی احمدی اس مسجد کے قیام کے حقیقی مقاصد کا حق ادا کرنے والے ہوں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ آخر پر مَیں ایک مرتبہ پھر تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ہماری اس دعوت کو قبول کیا اور آج اس تقریب میں شامل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب پر اپنا فضل نازل فرمائے۔ بہت بہت شکریہ۔

اس پُر معارف اور بصیرت افروز خطاب کے بعد حضورِ انور واپس کرسیٔ صدارت پر تشریف فرما ہوئے اور اجتماعی دعا کروا کر اس تقریب کا اختتام فرمایا۔ اس کے بعد مہمانوں کی خدمت میں پُر تکلّف عشائیہ پیش کیا گیا۔

مہمانوں کے تأثرات:

❁ وارِکشر پولیس کے نمائندہ نیوِ ملک (Nav Malik) نے کہا کہ یہ بہت عمدہ تقریب تھی۔ حضور نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے ساتھ ساتھ مقامی لوگوں کے حقوق ادا کرنے پر بھی زور دیا ہے جو نہایت متاثر کن بات ہے۔

❁ لیسٹر شئر کاؤنٹی کے کاؤنٹی کونسلر لیون سپینس (Leon Spence) نے کہا کہ حضور نے مسجد کے بارہ میں جو فرمایا کہ یہ صرف ایک عمارت نہیں بلکہ معاشرہ کا ایک صحتمند حصہ ہے یہ بہت متاثر کرنے والی بات ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ یہ بہت زبردست بات ہے! اس تقریب میں شامل ہونا میرے لیے ایک اعزاز ہے۔

❁ De Montfort یونیورسٹی سے تعلق رکھنے والی لاؤرا ایشلے نکول (Laura Ashley Nicoll) کہتی ہیں کہ اسلام کے بارے میں میڈیا پر بہت کچھ کہا جاتا ہے۔ خلیفہ نے جو خطاب فرمایا اس سے میں نے آج اسلام کی حقیقی تعلیم کے بارے میں بہت کچھ سیکھا ہے۔

❁ لیسٹر شئر کاؤنٹی کے لارڈ لیفٹیننٹ پروفیسر ڈیوڈ وِلسن (Professor David Wilson) نے کہا کہ خلیفہ نے بہت زبردست تقریر کی ہے۔ قرآن کو میڈیا میں منفی انداز سے پیش کیا جاتا ہے اس کے برعکس خلیفہ نے ہمیں بتایا کہ قرآن کس طرح ہمیں مختلف مسائل کا عمدہ حل بتاتا ہے۔ حضور کی تقریر ہماری اصلاح کرنے والی، معلومات سے پُر اور مستقبل کے لئے امید افزا تھی۔

❁ لیسٹر شئر کے چیف کانسٹیبل پولیس سائمن کول (Simon Cole) نے کہا کہ حضور کی تقریر سے میرے اندر یہ احساس پیدا ہوا کہ ہم اپنے کاموں کو کس طرح بہتر سے بہتر طور پر کر سکتے ہیں۔ مثلاً بطور پولیس ہم کس طرح اپنے لوگوں کی بھلائی کے لئے کام کر سکتے ہیں، امن کے قیام کے لئے، دنیا کی بہتری کے لئے اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ جو باتیں حضور نے کی ہیں وہ روحانیت سے پُر اور بہت صائب ہیں۔

❁ اس تقریب میں شامل شری ستھیا سائی سروس نامی فلاحی تنظیم سے تعلق رکھنے والے چراغ ودھانی نے کہا کہ حضور کا پیغام صرف احمدیوں کے لئے ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لئے تھا۔ اسے جو بھی سنے گا اسے ایسا محسوس ہو گا کہ گویا یہ پیغام اسی کے لئے ہے۔

❁ لیسٹر شہر کے لارڈ میئر کونسلر ٹیڈ کاسیڈی (Ted Cassidy) نے کہا کہ میں حضورِ انور کی تقریر میں موجود اس زبردست پیغام سے اور اس عمارت کی خوبصورتی سے بہت متأثر ہوا ہوں۔ یہ مسجد لیسٹر شہر میں ایک بہت عمدہ اضافہ ہے۔ یہاں کے احمدی اسلام کی بہت اچھی نمائندگی کر رہے ہیں۔ سب کو امن اور محبت کا خوبصورت پیغام پہنچا رہے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ حضور کا پیغام اپنے اندر ایک زبردست قوّت اور طاقت رکھتا ہے اور میری خواہش ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے استفادہ کر سکیں۔ حضور جہاں بھی تشریف لے جاتے ہیں اسی پیغام کو عام کرتے ہیں کہ ہم سب کو ایک دوسرے کی عزت کرنی چاہیے، ایک دوسرے سے سیکھنا چاہئے اور ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔

نظم

ہجر کی کالی رات میں اُٹھ کے دل کے دیپ جلا
آنکھ کے مر جانے سے پہلے آنسو چار بہا
نفس کے کالے جادوگر سے جلدی جان چھڑا
اُس کی یاد میں ایسے رو کہ ہستی جائے ہِل
وقت نکال کسی دن تھوڑا اپنے آپ سے مل
تنہائی میں بیٹھ کسی دن خود سے مانگ حساب
کتنے تُو نے خار چُنے ہیں کتنے پھول گلاب
دو آنکھوں میں پال لئے ہیں تُو نے دو سو خواب
تُو نے خود کو جان لیا ہے شائد سب سے تیز
وقت کی دیمک چاٹ گئی ہے رُستم اور چنگیز
بات سمجھنے والی ہے اس دل کو یہ سمجھا
جیسے تیسے ہو سکتا ہے جا کے یار منا
آنکھ کے آنسو، پیر کے چھالے، دل کے زخم دکھا
اُس سے کہنا، کیا کہنا ہے، کیا میری اوقات
کر دے مجھ پہ اپنے پیار کی رِم جھم سی برسات

(مبارک صدیقی)

يَأْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ

قادیان آنے والی بعض مغربی شخصیات کا تذکرہ

غلام مصباح بلوچ۔مبلغ سلسلہ کینیڈا

دنیا میں کروڑوں لوگ سیر و سیاحت، حصول تعلیم اور کاروباری اغراض وغیرہ سے سفر کے لیے نکلتے ہیں اور اپنے مقصد کے حصول کے لیے دنیا کی مشہور و معروف جگہوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ دنیا کے انتخاب کے مقابل پر اللہ تعالیٰ بھی بعض جگہوں کا انتخاب کرتا ہے اور اُس حکیم و قدیر خدا کا انتخاب دنیا کی شہرت یا عزت کی بنا پر نہیں بلکہ اپنی پیار کی نظر کی بنا پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبرئیلؑ کو بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے فلاں شخص سے محبت ہے پس تُو بھی اُس سے محبت کر، تو جبرئیل بھی اُس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ پھر جبرئیلؑ آسمان والوں کو منادی کر کے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے پس تم بھی اُس سے محبت کرو تو اہل سماء بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ۔ پھر اُس شخص کی مقبولیت ساری زمین میں رکھ دی جاتی ہے۔

(بخاری کتاب بدء الخلق باب ذکر الملائکۃ)

پس جس وجود کو اللہ تعالیٰ محبوب بناتا ہے اس کے مسکن کو بھی دنیا میں مقبول بنا دیتا ہے۔ سینکڑوں جگہیں اللہ کے پیاروں کی وجہ سے عوام الناس کا مرجع بنی ہوئی ہیں۔ لیکن بعض جگہوں کے متعلق اللہ تعالیٰ اُن کی گمنامی کی حالت میں ہی بتا دیتا ہے کہ ایک دن یہ جگہ ہجوم خلق کا مرکز ہوگی۔ چنانچہ اِس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو قبل از وقت ہی یہ بشارات دے دیں تھیں: فَحَانَ اَنْ تُعَانَ وَ تُعْرَفَ بَيْنَ النَّاسِ۔ يَأْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ۔

اسی طرح اس مضمون کے اور بھی کئی الہامات تھے، یہ الہامات براہین احمدیہ میں شائع ہوئے اور براہین احمدیہ کی اشاعت کے ساتھ ہی ان کی صداقت کھلنے لگی اور دور دراز سے لوگ قادیان حاضر ہوئے۔ اوائل میں تو ہندوستان ہی کے طول و عرض یعنی بمبئی، مدراس، آسام، حیدرآباد دکن وغیرہ سے آنے والے مہمانوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے ایفاء پر انسان حیران ہوتا تھا۔ لیکن اُس خدائے رحیم و کریم نے اپنے پیارے مسیح و مہدی کی زندگی میں ہی ان الہامات کی سچائی کو عروج پر پہنچا دیا اور افغانستان، مکّہ مکرمہ، شام، یورپ، امریکہ اور آسٹریلیا کے لوگوں کو قادیان کی گمنام بستی تک پہنچایا۔ قادیان کی بستی اب گمنام نہیں بلکہ زبان زد عام تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب کی بعض نمایاں شخصیات بھی سفری صعوبات اٹھا کر قادیان پہنچیں اور حضرت اقدس علیہ السلام کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کی۔

اپریل 1908ء میں ایک امریکن جوڑا ہمراہی ایک سکاچ انگریز جب قادیان آیا اور حضور علیہ السلام سے حضرت اقدسؑ کی صداقت پر گفتگو کی تو اُن کے اس سوال پر کہ ”آپ نے جو دعویٰ کیا ہے اس کی سچائی کے دلائل کیا ہیں؟“ کے جواب میں حضورؑ نے فرمایا:

”آپ لوگوں کا یہاں آنا بھی تو ہمارے واسطے ایک نشان ہے جو اگر آپ کو اس کا علم ہوتا تو شاید آپ یہاں آنے میں بھی مضائقہ اور تأمّل کرتے۔ اصل میں آپ لوگوں کا اتنے دور دراز سفر کر کے یہاں ایک چھوٹی سی بستی میں آنا بھی ایک پیشگوئی کے نیچے ہے اور ہماری صداقت کے واسطے ایک نشان اور دلیل ہے۔ کہاں امریکہ اور کہاں قادیان۔“ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 517۔ مطبوعہ ربوہ)

ذیل میں چند مغربی افراد کا ذکر کیا جاتا ہے جو قادیان آئے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی الہامی پیشگوئیوں پر مہر تصدیق ثبت کی:

Hervey De Witt Griswold

ڈاکٹر ایچ ڈبلیو گرس وولڈ (H W Griswold) 1860ء میں امریکی ریاست نیو یارک کے شہر Dryden میں پیدا ہوئے۔ حصول تعلیم کے بعد 1890ء میں بطور مشنری انڈیا بھیجے گئے جہاں انہوں نے جھانسی میں کام شروع کیا۔

1894ء میں یہ فورمین کالج لاہور میں فلاسفی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر گرس وولڈ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق دو پیپرز لکھے: The Mahdi and Messiah of Qadian (1902) جو انڈیا کے شہر میسور میں پڑھا گیا اور دوسرا Messiah of Qadian (1905) جو لنڈن میں پڑھا گیا۔ اپنے پہلے پیپر میں یہ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق لکھتے ہیں: "I heard from his own lips at Qadian" یعنی مَیں نے یہ بات (حضرت) مرزا صاحب کے منہ سے خود قادیان میں سنی ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہ قادیان جا چکے تھے۔ ملفوظات جلد اول میں 19 اپریل 1901ء کی ڈائری میں فورمین کالج لاہور کے دو کرسچن سکالرز کے قادیان آنے اور تفصیلی انٹرویو کرنے کا تذکرہ موجود ہے، نام تو وہاں درج نہیں ہو سکے لیکن اغلبًا ان میں سے ایک یہ صاحب ہی تھے۔

ڈاکٹر گرس وولڈ نے 1945ء میں امریکہ میں وفات پائی۔

....

حضرت محمد عبدالحق صاحب
(Charles Francis Sievwright)

حضرت محمد عبد الحق صاحب جن کا اصل نام Charles Francis Sievwright تھا آسٹریلیا کے شہر میلبورن میں پیدا ہوئے اور آسٹریلیا میں ہی 1896ء میں اسلام قبول کیا اور اسلامی نام محمد عبدالحق رکھا۔

قبول اسلام کے بعد مختلف اسلامی ممالک کے سفر کرتے ہوئے ہندوستان آئے جہاں خوش قسمتی سے آپ کی ملاقات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ہوئی۔ اس ملاقات اور گفتگو کا حال ملفوظات جلد سوم میں درج ہے۔ 1906ء میں جبکہ آپ نیوزی لینڈ میں نزیل تھے، احمدیت قبول کر لی۔ بعد ازاں آپ امریکہ میں مقیم ہو گئے اور وہیں Los Angeles میں وفات پائی۔

اپنے دورۂ قادیان اور حضرت اقدس علیہ السلام سے ملاقات کے ذکر میں آپ بیان کرتے ہیں:

"This meeting with GHULAM AHMAD in Qadian in the year 1903 was a wonderful proof of the truths of Islam..... On the 22nd October 1903, I was at Qadian and received the hospitality of the entire community.... Nothing astonished me more, among all the extraordinary incidents during my missionary travels, than the finding of myself in that sacred place and face to face with its Messiah."

(The Muslim Sunrise, Chicago USA, October 1922 page 144)

ترجمہ: 1903ء میں قادیان میں (حضرت مرزا) غلام احمدؑ کے ساتھ ملاقات اسلام کی صداقت کا ایک حیرت انگیز نشان تھی۔ 22/اکتوبر 1903ء کو میں قادیان میں تھا اور ساری جماعت کی طرف سے مہمان نوازی پائی... میرے مشنری سفروں کے غیر معمولی واقعات میں سے کسی نے بھی مجھے اتنا ورطہ حیرت میں نہیں ڈالا جتنا کہ اپنے آپ کو اس مقدس مقام میں اس کے مسیحؑ کے رُوبرو پانے میں۔

حضرت اقدسؑ کی خدمت میں بھی آپ نے عرض کیا کہ ”جس وقت سے مَیں قادیان میں داخل ہوا ہوں، مَیں دیکھتا ہوں کہ میرا دل تسلی پا گیا ہے۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 446)

....

Dr. Theodore Leighton Pennell(1867-1912)

ڈاکٹر ٹی ایل پینیل (Dr. Theodore Leighton Pennell, MD, FRCS) ایک برطانوی مشنری ڈاکٹر تھے جنہوں نے میڈیکل کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنی زندگی چرچ مشنری سوسائٹی کو پیش کر دی اور اسی کے تحت ان کی تقرری بنوں (صوبہ پختون خواہ۔ پاکستان) میں ہوئی جہاں تقریبًا 20 سال گزارے۔

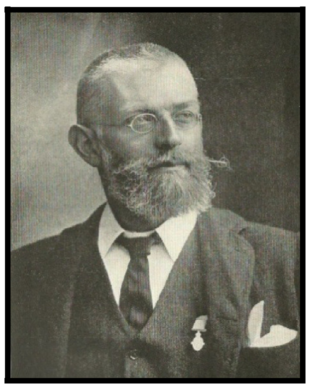

یہاں یہ ایک اردو اخبار ”تحفہ سرحد“ کے بھی پروپرائٹر تھے جس میں وقتًا فوقتًا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف مضامین شائع ہوتے تھے۔ 1904ء میں ڈاکٹر پینیل نے سائیکل کے ذریعہ بنوں سے لے کر پورے پنجاب کا سفر کیا۔ اس سفر میں اُنہوں نے قادیان کو بھی اپنی منزل بنایا اور 4/جنوری کو یہ حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات کی غرض سے قادیان آئے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنی علالت طبع کے باعث باہر تشریف نہ لا سکے اور یہ ملاقات نہ ہو سکی۔ ڈاکٹر پینیل نے قادیان کے اس قیام کا ذکر اپنی ایک کتاب میں کیا ہے جس میں وہ مدرسہ احمدیہ کے طلبا و سٹاف کے متعلق لکھتے ہیں:

"... In particular I noticed that, though the next morning was chilly and drizzly, yet all were up at the first streak of dawn, and turned methodically out of their warm beds into the cold yard, and processed to the mosque, where all united in morning prayers, after which most of them devoted themselves to reading the Quran for half an hour to one hour. Many of the masters, too, seemed very earnest in their work, and had given up much higher emoluments to work for quite normal salaries in the cause to which they had devoted themselves.

.... We had been kindly and hospitably received, and there was something inspiring in seeing a number of educated men thoroughly zealous and keen in the active pursuit of religion,...."

(Among The Wild Tribes of The Afghan Frontier by T. L. Pennell page 248,249 published by Seeley & Co. Limited, 38 Great Russell Street, London, 1909)

ترجمہ: خاص طور پر میں نے یہ نوٹ کیا کہ گو اگلی صبح سرد ہَوا اور ہلکی بارش تھی لیکن پھر بھی سب فجر کے پہلے حصہ میں بیدار ہو چکے تھے اور منظّم طور پر اپنے گرم بستروں سے باہر نکل کر باہر ٹھنڈے صحن سے ہوتے ہوئے مسجد کی طرف بڑھے جہاں سب نے مل کر صبح کی نماز ادا کی جس کے بعد اکثریت نے نصف گھنٹہ سے ایک گھنٹہ تک اپنا وقت تلاوت قرآن کریم کے لیے وقف کیا۔

کئی اساتذہ بھی، اپنے کام میں نہایت ایماندار معلوم ہوئے اور وہ بڑی بڑی تنخواہیں چھوڑ کر اُس مقصد کے لئے جس کی خاطر اپنے آپ کو وقف کیا تھا، معمولی تنخواہ پر کام کرتے....

ہمارا استقبال خوش دلی اور خاطر داری سے کیا گیا اور ایسے متعدد تعلیم یافتہ آدمیوں کو دیکھ کر جو مذہب کی جستجو میں جوش و خروش سے سرگرم تھے، ایک متاثر کُن بات پائی جاتی تھی۔

....

Howard Arnold Walter

ہاورڈ آرنلڈ والٹر 1883ء میں امریکی ریاست کونیکٹیکٹ کے شہر New Britain میں پیدا ہوئے، Hartford اور Princeton University Theological Seminary سے تعلیم حاصل کی۔ 1913ء میں Y.M.C.A. کے ساتھ شامل ہو گئے اور بطور مشنری انڈیا کا سفر کیا جہاں آپ کی تقرری لاہور میں ہوئی۔ جنوری 1916ء میں آپ نے

Y.M.C.A. کے ایجوکیشنل سیکرٹری ڈاکٹر W. M. Hume اور ڈاکٹر Edmund Delong Lucas (وائس پرنسپل فورمین کالج لاہور) کی معیت میں قادیان کا دورہ کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملاقات کی اور بعض سوالات کیے۔ اس ملاقات کا تفصیلی احوال اخبار الفضل 15/جنوری 1916ء صفحہ 6-3 پرشائع شدہ ہے۔

مسٹر والٹر نے امریکی رسالہ The Moslem World میں ایک مضمون بعنوان The Ahmadiyya Movement Today لکھا۔ پھر 1918ء میں ہی کتاب The Ahmadiyya Movement لکھی جس میں اپنے دورۂ قادیان کے متعلق لکھا:

"My visit to Qadian, in January 1916, although it took place more than eight years after the death of Ahmad, showed me a community where there existed abundant enthusiasm and zeal for religion, of a vigorous, positive kind unusual in Islam in India at the present time."

(The Ahmadiyya Movement page 139 by H. A. Walter, Oxford University Press 1918)

ترجمہ: جنوری 1916ء میں میرے قادیان کے دورے نے، جو کہ (حضرت) احمدؑ کی وفات کے بھی آٹھ سال کے بعد عمل میں آیا تھا، مجھے ایک ایسی جماعت دکھائی جس میں دین کے لیے توانا اور مثبت قسم کا بے پناہ جوش اور ولولہ موجود تھا جو کہ فی الوقت انڈین اسلام میں غیر معمولی تھا۔

Rev. Dr. Edmund Delong Luca

ڈاکٹر ایڈمنڈ ڈی لانگ لیوکس (E. D. Lucas)

انڈیا میں ہی پیدا ہوئے۔ Wooster College, Ohio سے گریجویٹ ہوئے، Union اور Seminary Columbus University سے بھی تعلیم پائی۔ حصول تعلیم کے بعد Presbyterian Church کے تحت انڈیا بھجوائے گئے۔ چنانچہ براستہ شام ہوتے ہوئے جہاں چھ مہینے عربی زبان کی تعلیم حاصل کی، انڈیا پہنچے اور فورمین کالج لاہور میں پروفیسر متعین ہوئے۔ بعدازاں پہلے وائس پرنسپل اور پھر پرنسپل کے عہدے پر بھی پہنچے۔ (The Daily Argus, Mount Vernon, NY. Friday, January 19, 1940)

آج بھی فورمین کالج یونیورسٹی لاہور میں معاشیات میں اعلیٰ نمبر حاصل کرنے پر ان کے نام پر E. D. Lucas میڈل نوازا جاتا ہے۔ 1916ء میں H. A. Walter کی معیت میں قادیان آئے تھے۔ دورۂ قادیان کے بعد اسی زمانے میں سری لنکا میں ایک بیان دیا جس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"واپس جاکر مسٹر لیوکس نے کولمبو میں عیسائیوں کے سامنے ایک لیکچر دیا جس میں کہا کہ .... آپ لوگ یہ سمجھتے ہوں گے کہ عیسائیت کی جنگ بڑے بڑے شہروں یا بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں لڑی جائے گی لیکن میں آپ لوگوں کو بتاتا ہوں کہ میں اس وقت ایک ایسے گاؤں میں سے ہوکر آیا ہوں جس میں ریل بھی نہیں جاتی (اُس وقت تک قادیان میں ریل نہیں آئی تھی) .... مگر میں وہاں عیسائیت کے مقابلہ کی ایسی تیاری دیکھ کر آیا ہوں کہ میں سمجھتا ہوں اسلام اور عیسائیت کی آئندہ جنگ جس میں یہ فیصلہ ہوگا کہ اب اسلام زندہ رہے یا عیسائیت، وہ کہیں اور نہیں لڑی جائے گی بلکہ قادیان کے قصبہ میں لڑی جائے گی۔ یہ فورمن کرسچن کالج کے پرنسپل کی رائے ایک سیلون کے اخبار میں چھپی تھی۔" (تفسیر کبیر جلد دہم صفحہ 74، سورۃ الفیل زیر آیت اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ...الخ)

Margoliouth, David Samuel
(1858-1940)

پروفیسر ڈیوڈ سموئیل مارگولیتھ (Margoliouth, David Samuel) مشہور برطانوی مستشرق تھے جو آکسفورڈ یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر تھے۔ آپ 16/دسمبر 1916ء کو

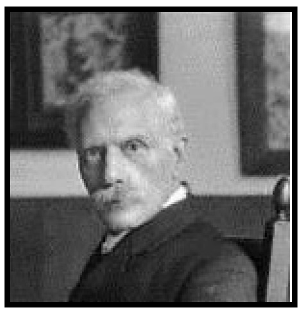

قادیان آئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا شرف پایا اور بعض اسلامی امور پر گفتگو کی۔ بوقت روانگی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی چند عربی کتابیں اعجاز احمدی، لجۃ النور، سیرت الابدال تحفۃً دیں جن کا پروفیسر صاحب نے شکریہ ادا کیا اور چونکہ پروفیسر صاحب کو شام کی گاڑی پر واپس لاہور جانا تھا لہٰذا مقبرہ بہشتی، منارۃ المسیح، لائبریری حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اور دارالعلوم کی عمارات کو دیکھنے کے بعد روانہ ہوگئے۔ اس ملاقات کا تمام احوال الفضل 19/دسمبر 1916ء صفحہ 20-18 پرشائع شدہ ہے۔

Dr. David Reed Gordon
(1866-1959)

ڈاکٹر ڈیوڈ ریڈ گورڈن (David Reed Gordon) 1866ء میں Rev. Dr. Andrew Gordon (جنہوں نے 1855ء میں سیالکوٹ میں Presbyterian چرچ کا آغاز کیا تھا) کے ہاں پیدا ہوئے۔ امریکہ سے تعلیم پانے کے بعد 1895ء میں انڈیا میں متعین ہوئے اور 36 سال تک ضلع گورداسپور میں بطور مشنری کام کیا۔ آخری چند سال راولپنڈی میں متعین رہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد واپس امریکہ آگئے جہاں 1959ء میں کیلیفورنیا کے شہر Duarte میں وفات پائی۔

ڈاکٹر گورڈن ایک تو 1920ء میں ایک اور یورپین کے ساتھ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی غرض سے قادیان آئے۔ (الفضل 23 دسمبر 1920ء صفحہ 1 کالم 1) دوسرا 1924ء میں پادری Zwemer کے ساتھ بھی قادیان آئے تھے۔

Samuel Marinus Zwemer
(1867-1952)

سموئیل مارینس زویمر امریکن مشنری اور سکالر تھے اور مسلمان ممالک میں عیسائیت کی تبلیغی کوششوں کے حوالے سے مشہور ہیں، متعدد کتب لکھیں اور ایک رسالہ The Moslem World بھی شروع کیا۔ 1924ء میں پادری زویمر اپنے دو اور ساتھیوں Dr. Murray T. Titus (جو اُن دنوں ضلع مراد آباد میں مشن انچارج تھے) اور Dr. David Reed Gordon (جو گورداسپور میں مشنری ڈاکٹر تھے) کی معیت میں قادیان آئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ (الفضل 3/جون 1924ء صفحہ 1,2)

اپنے اس دورۂ قادیان کے بارے میں پادری زویمر لکھتے ہیں:

"From Lahore, we went to Gurdaspur and on to Qadian, the birthplace of "The Promised Messiah of the Punjab", and of the Ahmadiya Movement... Our reception was most cordial. In fact, they had sent to meet us at another railway station and invited us to spend days instead of hours.... They gave us of their best and we saw all there was to see.

Not only is the "*Review of Religions*" published here, but three other magazines; and correspondence is carried on with London, Paris, Berlin, Chicago, Singapore, and all the Near East; pigeon-holes filled with possibilities; shelves crowded with encyclopedias, dictionaries, and anti-Christian philosophies; **an armory to prove the impossible; a credulous faith that almost removes mountains,**"

(Across the World of Islam by S. M. Zwemer page 316,317 Fleming H. & Revell Company New York 1929)

ترجمہ: لاہور سے ہم گورداسپور اور آگے قادیان گئے جو کہ "پنجاب کے مسیح موعود" اور احمدیہ جماعت کی جنم بھومی تھی۔ ہمارا استقبال نہایت والہانہ تھا، اصل میں انہوں نے ایک اور سٹیشن پر ہمارے لیے بندہ بھیجا تھا اور ہمیں دعوت دی تھی کہ ہم (قادیان میں) گھنٹوں کی بجائے دن گزاریں۔ انہوں نے ہمیں اپنی بہترین میزبانی پیش کی اور ہم نے وہ سب کچھ وہاں دیکھا جو دیکھنے کے لیے تھا۔

نہ صرف یہ کہ "ریویو آف ریلیجنز" یہاں سے شائع ہوتا ہے بلکہ تین اور رسالے بھی۔ لندن، پیرس، برلن، شکاگو، سنگاپور اور تمام مشرق قریب کے ساتھ خط وکتابت کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ چھوٹے چھوٹے دفاتر ہر قسم کے دستیاب ہونے والے سامان، مختلف قسم کی انسائیکلو پیڈیا ڈکشنریوں اور عیسائیت کے خلاف لٹریچر سے بھرے پڑے ہیں۔ یہ ایک اسلحہ خانہ ہے جو ناممکن کو ممکن بنانے کے لئے تیار کیا گیا ہے اور زبردست عقیدہ ہے جو پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہلا دیتا ہے۔

Dr. Murray Thurston Titus
(1885-1964)

ڈاکٹر مرے تھرسٹن ٹائیٹس (Murray Thurston Titus) امریکی ریاست اوہائیو کے شہر Batavia میں پیدا ہوئے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد Methodist Church کے تحت 1910ء سے لے کر

1951ء تک انڈیا کے مختلف شہروں میں بطور مشنری کام کیا۔ برصغیر میں اسلام کے متعلق کتابیں بھی لکھیں۔ 1924ء میں جبکہ یہ ضلع مرادآباد میں مشن انچارج تھے، پادری زویمر کے ساتھ قادیان آئے۔ انہوں نے اپنے دورۂ قادیان کے بارے میں کوئی خاص بات نہیں لکھی لیکن اپنی کتاب The Young Moslem Looks at Life میں اُس وقت کے طاقتور مسلمان حکمران سلطان عبدالحمید آف ترکی (وفات 10/فروری 1918ء) کے مقابل پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق یہ اعتراف کیا کہ

"While Mirza Ghulam Ahmad in his obscure Indian village of Qadian dreamed his dreams, of spiritual conquest of the world in the latter part of the nineteenth and the early part of the twentieth centuries, the caliph of the Moslem world, Abdul Hamid, in his luxurious palace by the Bosporus, dreamed also dreams of Pan-Islamic power that would oust the exploiting, imperialist European powers from India, Egypt and North Africa. He hoped to see the day when it would be possible to establish a great bloc of independent Moslem nations of whose spiritual and political life the Turkish caliph would be the head….

The names of Mirza Ghulam Ahmad and Abdul Hamid stand today as symbols of the challenge of Islam to the world in these modern times. The caliph's great political challenge of Pan-Islamism collapsed with the crumbling of the Ottoman Empire; **but the spiritual challenge of Islam as found in the world-wide missionary effort of the Ahmadiyya movement of Mirza Ghulam Ahmad is still very much**

alive..... it represents the ever present spiritual desire and aspiration of the whole Moslem world to see the faith of Islam triumph."

(The Young Moslem Looks at Life page 152,153 by Murray T. Titus, Friendship Press New York 1937)

ترجمہ: جبکہ مرزا غلام احمد(علیہ السلام) نے انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے آغاز میں اپنے گمنام انڈین گاؤں قادیان میں دنیا کی روحانی فتح کے خواب دیکھے (نبی خواب نہیں دیکھتا بلکہ اپنے رب کے الہامات پر یقین رکھتا ہے۔ ناقل) تو مسلم دنیا کے خلیفہ عبدالحمید نے Bosporus پر واقع اپنے عیش پسند محل میں ہمہ گیر اسلامی حکومت کا خواب دیکھا جس کے ذریعے استحصال کرنے والی یوروپین سامراجی قوتوں کو انڈیا، مصر اور شمالی افریقہ سے بے دخل کیا جاسکے۔ اُس نے اُس دن کی اُمید لگائی تھی کہ جس میں آزاد مسلمان قوموں کا ایک عظیم اتحاد قائم کیا جاسکے جس کا روحانی اور سیاسی لیڈر یہی ترک خلیفہ ہو۔

مرزا غلام احمدؑ اور عبدالحمید کے نام آج کے جدید دور میں دنیا کے لیے اسلام کے چیلنج کی علامت کے طور پر کھڑے ہیں۔ (ترک) خلیفہ کے ہمہ گیر اسلامی حکومت (Pan-Islamism) کا عظیم سیاسی چیلنج سلطنت عثمانیہ کے ٹکڑے ہونے کے ساتھ ہی ڈھیر ہوگیا۔ لیکن اسلام کا روحانی چیلنج جو کہ مرزا غلام احمد کی احمدیہ جماعت کی عالمگیر مشنری کاوشوں کی صورت میں پایا جاتا ہے، ابھی تک زندہ ہے.... یہ کُل عالمِ اسلام کی دینِ اسلام کے غلبہ کو دیکھنے کی دائمی روحانی خواہش اور آرزو کی عکاسی کرتی ہے۔

....

Hendrik Kraemer (1888-1965)

ہینڈرک کریمر (Hendrik Kraemer) ایک ڈچ (Dutch) مشنری تھے، Leinden University میں history اور Phenomenology of religion کے پروفیسر تھے۔ یہ صاحب اپنے دورۂ انڈیا کے دوران دسمبر 1929ء میں قادیان آئے۔ بعد ازاں The Moslem World میں اپنے اس دورۂ انڈیا کی تفصیلی رپورٹ لکھی جس میں قادیان کا بھی خاص طور پر ذکر کیا:

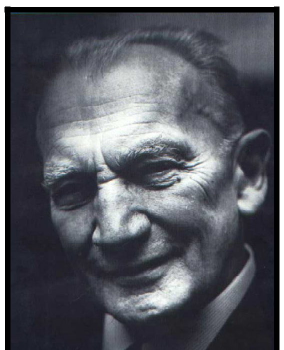

"\.... **the Ahmadiyya .... are a very remarkable group in modern Islam, the only group that has purely missionary aims.** They are marked by a devotion, zeal and sacrifice that call for genuine admiration .... **Their founder Mirza Ghulam Ahmad, must have powerful personality. When I visited Qadian .... I was struck by the buoyant spirit of great enthusiasm for Islam. They are not humble bearers of a message, but the proud and self-conscious proclaimers of a truth."**

(The Moslem World, Vol. XXI, No. 11, April 1931 page 170,171)

ترجمہ: احمدیہ .... جدید اسلام کا نہایت ہی حیرت انگیز گروہ ہے، اور واحد گروہ ہے جس کے خالصتاً تبلیغی مقاصد ہیں۔ وہ ممتاز ہیں اپنی عقیدت، جوش اور قابلِ قدر قربانی سے.... ان کا بانی مرزا غلام احمد ضرور طاقتور شخصیت رکھتے ہوں گے۔ جب میں نے قادیان کا دورہ کیا.... میں اسلام کے لئے نہایت پُراُمید جوش دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ محض ایک پیغام کے علمبردار نہیں بلکہ وہ مفتخر اور خود آگاہ سچائی کے منادی کرنے والے ہیں۔

....

Friedrich Wagner Chemnitz

فریڈرک ویگنر چیمنٹز (Friedrich Wagner Chemnitz) ایک جرمن سیاح تھے۔ 1924ء سے 1929ء تک یہ دوست چین میں رہے جہاں زیادہ تر ان کا تعلق چینی مسلمانوں سے رہا اور اسلام پر کافی بات چیت ہوئی لیکن کسی موقع پر بھی احمدیت کا ذکر نہیں آیا۔ 1930ء میں آپ چین سے براستہ انڈیا واپس جرمنی جا رہے تھے کہ آپ کا گزر لدّاخ سے ہوا جہاں آپ کی ملاقات حضرت خان بہادر غلام محمد خان صاحب رضی اللہ عنہ آف بھیرہ (بیعت :1892ء- وفات: 26/جون 1956ء مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ) سے ہوئی اور کافی دوستانہ ماحول میں مختلف باتیں ہوئیں۔ حضرت خان صاحبؓ نے ان کو قادیان دیکھنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ آپ نے اپنے سفر میں قادیان کا بھی ارادہ کرلیا اور نومبر 1930ء میں قادیان وارد ہوئے۔ ان کا ارادہ قادیان میں چند گھنٹے یا زیادہ سے زیادہ ایک دن گزارنے کا تھا لیکن احمدی احباب کی دعوت پر کہ آپ کم ازکم ایک ہفتہ ضرور قیام کریں، آپ ایک ہفتہ تک رہنے کے لیے راضی ہوگئے اور اگلے سفر کا پروگرام ملتوی کردیا۔ بہرکیف آپ نے تقریباً ڈیڑھ ماہ قادیان میں قیام کیا اور جلسہ سالانہ سمیت جماعت احمدیہ کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع پایا۔ آپ نے قادیان اور جماعت احمدیہ کے بارے میں اپنے تأثرات لکھ کر ریویو آف ریلیجنز میں شائع کرائے جس میں آپ لکھتے ہیں:

"It is a spiritual atmosphere, which one feels at Qadian, an atmosphere quite different from the material world outside. Here, the religious thoughts dominate....

I would advise any one who may afford to pay a visit to Qadian, that he should make it a point to stay there for several days because it is after a stay of some days, that the real spirit of Qadian will begin to reveal itself to him.... **Qadian is not Delhi or Agra in respect of splendid buildings. But it is a place whose spiritual treasures never exhaust....** There will be only very few, who will leave Qadian taking nothing with them. And that what a visitor takes with him cannot be measured in coins. No, it is something much more precious and really invaluable."

(Review of Religions, Qadian, May 1932 page 159-161)

ترجمہ: یہ ایک روحانی ماحول ہے جسے ایک شخص قادیان میں محسوس کرتا ہے، ایسا ماحول جو باہر کی مادی دنیا سے بالکل مختلف ہے، یہاں دینی خیالات غالب ہیں....

کوئی بھی شخص جو قادیان جانے کا متحمل ہوسکتا ہے، اسے میں یہی تجویز کروں گا کہ وہ اس جگہ کو کئی دنوں کے لیے قیام گاہ بنائے کیونکہ کچھ دنوں کے قیام کے بعد ہی قادیان کی اصل روح اس پر اپنے آپ کو عیاں کرنا شروع کرے گی۔ قادیان عالی شان عمارتوں کے اعتبار سے کوئی دہلی یا آگرہ نہیں ہے لیکن یہ ایک ایسی جگہ ہے جس کے روحانی خزائن کبھی ختم نہیں ہوتے.... بہت ہی تھوڑے ہوں گے جو قادیان آنے کے بعد کچھ نہ کچھ اپنے ساتھ لے کر جانے والے نہ ہوں اور یہ کہ جو کچھ بھی ایک مہمان اپنے ساتھ لے کر جاتا ہے اس کو پیسوں میں نہیں ناپا جاسکتا بلکہ وہ بہت ہی قیمتی اور حقیقۃً انمول چیز ہے۔

....

Abdullah R. Scott

مکرم ومحترم عبداللہ سکاٹ صاحب ایک انگریز نومسلم تھے اور پہلے برطانوی احمدی تھے جو قادیان تشریف لائے۔ آپ 9/مئی 1931ء کو قادیان پہنچے اور قریباً دو ماہ تک یہاں قیام کیا۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے ملاقات، قادیان کے مختلف مقامات اور یہاں کی روحانی فضا کے متعلق "My Impression of Qadian" کے عنوان سے ایک گیارہ صفحاتی مضمون تحریر کیا جس کے آخر میں لکھا:

"Who could have thought that the insignificant village of Qadian and that lonely person in his place of solitude, whom very few knew or cared to know, would become the centre of attraction of the whole world and would flourish in so short a time? Yet all this was prophesied by the Promised Messiah (peace be upon him) years before he proclaimed the news of his advent and which alone is, in my humble opinion, a very strong argument in proof of his claim even if there had been no other sign. Let those seekers after truth who are not already acquainted with the full facts concerning the Ahmadiyya Movement and its Holy Founder, do so early, for, herein they will find unlimited treasures."

(Review of Religions, August 1931 page 185)

ترجمہ: کون سوچ سکتا تھا کہ قادیان جیسا معمولی گاؤں اور اس میں رہنے والا ایک گمنام شخص جسے بہت کم لوگ جانتے تھے یا جاننے کی فکر میں تھے، کسی دن ساری دنیا کی کشش کا مرکز بن جائے گا اور اتنے تھوڑے عرصہ میں اتنا پھل پھول جائے گا۔ تاہم یہ سب کچھ مسیح موعود (علیہ السلام) نے اپنے دعویٰ ماموریت سے برسوں پہلے پیشگوئی کردیا تھا، اور میری حقیر رائے میں آپؑ کے دعوے کی صداقت میں یہ ایک دلیل ہی بہت مضبوط ہے خواہ دوسرا کوئی نشان نہ بھی ہو۔ وہ متلاشیان حق جو احمدیہ جماعت اور اس کے بانی کے متعلق حقائق سے آشنا نہیں ہیں، جلدی کریں کیونکہ یہاں ان کو اَن گِنت خزانے ملیں گے۔

....

Gyula Germanus (1884 - 1979)

پروفیسر جرمانوس جن کا اصل نام Gyula Germanus تھا، ایک ہنگیرین پروفیسر تھے اور مشرقی علوم کے ماہر تھے۔ کئی اسلامی ممالک کے دورے کیے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا اور اپنا نام عبدالکریم رکھا تھا۔ 1928ء میں بھارتی نوبل انعام یافتہ ادیب رابندرا ناتھ ٹیگور نے انہیں اپنی یونیورسٹی Visva-Bharati University Santiniketan میں پڑھانے کے لیے دعوت دی۔ چنانچہ یہ انڈیا آئے اور اسی دوران اندازاً 1932ء میں قادیان کا سفر کیا اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ اپنے اس دورہ قادیان کا ذکر انہوں نے اپنی ہنگیرین زبان میں لکھی گئی کتاب Allah Akbar جلد اول میں کچھ صفحوں پر کیا ہے ساتھ ہی قبر مسیحؑ (سری نگر) کے ساتھ قادیان کی بھی دو نایاب تصویریں شائع کی ہیں۔

....

Prof. John Clark Archer (1881-1957)

پروفیسر ڈاکٹر جان کلارک آرچر (John Clark Archer) امریکہ کی مشہور Yale University میں شعبہ مذاہب کے پروفیسر تھے۔ آپ 17/جون 1937ء کو قادیان وزٹ کرنے کے لیے آئے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے شرف ملاقات پایا اور بعض اسلامی امور پر گفتگو کی جس کے بعد مرکزی دفاتر دیکھے اور اسی دن شام کی گاڑی سے واپس

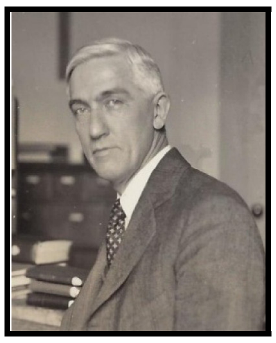

چلے گئے۔ (الفضل 19/جون 1937ء صفحہ 1) بعدازاں آپ نے ناظر اعلیٰ صاحب قادیان کے نام شکریہ کا مکتوب ارسال کیا جس میں لکھا:

''میں سمجھتا ہوں کہ خط لکھنے میں مجھے بہت دیر ہوگئی ہے، براہ مہربانی اس کوتاہی پر مجھے معاف فرمائیں۔ مجھے امید تھی کہ میں دوبارہ قادیان آؤں گا اور ذاتی طور پر اپنے جذبات کا اظہار کروں گا لیکن حالات نے مساعدت نہیں کی اور اب میری آمد کا بہت کم امکان باقی ہے.... میں حال ہی میں لاہور نیر صاحب سے ملا تھا اور ان سے گفتگو ہوئی، ان کی مشفقانہ مہمان نوازی کے باعث ان کا اور ان کے خاندان کا اور جماعت احمدیہ کے متعلق ان کے ذاتی اخلاق کی وجہ سے زیر بار احسان ہوں۔

میں حضرت خلیفۃ المسیح سے لے کر ہر کارکن تک تمام افراد کا ہمیشہ کے لئے ممنون احسان ہوں کیونکہ مجھے سے نہایت عمدہ سلوک کیا گیا۔ جو کتابیں مجھے حضرت صاحب نے دی ہیں، ان کا ... میں نے ابھی سے مطالعہ کیا ہے۔ میں آپ سب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ واپس امریکہ جاکر میں اپنے سفر قادیان کے متعلق ایک مستقل ریکارڈ قائم کروں گا۔ نیازمند جان کلارک آرچر''

(الفضل 23/جولائی 1937ء صفحہ 6)

ان کے علاوہ بعض دیگر مغربی شخصیات بھی قادیان آئیں، مثلاً: 1901ء میں مسٹر ڈی ڈی ڈکسن، اپریل 1908ء میں ایک امریکن جوڑا ایک سکاچ شخص کی معیت میں، 1910ء میں دو یورپین نومسلم مکرم عبدالسلام رابرٹسن اور مکرم عبداللہ سمتھ صاحب (الحکم 21 اگست 1910ء صفحہ 6)

جولائی 1938ء میں ایک بیلجیئن اور ایک ہسپانوی پادری، 1940ء میں مشہور امریکی رسالہ Life کے ایک نمائندہ مسٹر کرک لینڈ اور اکتوبر 1949ء میں 26 افراد پر مشتمل (7 مرد اور 19 خواتین) Presbyterian Church of America کا ایک وفد بھی قادیان آئے۔

سوال یہ ہے کہ قادیان نہ تو کوئی سیاحتی مقام تھا اور نہ ہی کوئی تجارتی مرکز اور نہ ہی کوئی ایسی مشہور زمانہ جگہ کہ لوگ سفری صعوبتیں اٹھا کر یہاں آتے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اکناف عالم سے لوگ اس چھوٹی سی بستی کی طرف رخ کرتے گئے؟

اس سوال کا ایک ہی جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک پیارا بندہ جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی امت کا مسیح ومہدی بنا کر بھیجا تھا اس بستی میں پیدا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی مقبولیت پوری زمین میں رکھ دی تھی۔ غرضیکہ اپنے تو اپنے غیر بھی بڑی دور دراز سے سفر کرکے قادیان پہنچے۔

Dr. H. W. Griswold کا مقالہ *"The Messiah of Qadian"* جب 1905ء میں The Victoria Institute of Philosophical Society of Great Britain میں پڑھا گیا تو اجلاس ختم ہونے کے بعد ایک ممبر Colonel Alves نے کہا:

"I think that when we entered this room most of us did not know who Qadian was or where it or he was."

(The Messiah of Qadian by Rev. H. D. Griswold page 13, published byHarrison and Sons, London 1905)

یعنی جب ہم اس ہال میں داخل ہوئے تھے تو ہم میں سے اکثریت اس بات سے لاعلم تھی کہ قادیان کیا ہے؟ یا یہ کہاں ہے؟

لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد قادیان کی قابلیت اور مقبولیت دیکھ کر یہی مغربی لوگ اب یہ کہہ رہے تھے کہ

"the little town of Qadian seems to be a kind of modern Mecca"

(the Register, Adelaide , Saturday , April 20, 1918. page 4 column 1 under "literary letter")

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

اک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا
قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیرِ غار
کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے، نہ میرا معتقد
لیکن اب دیکھو کہ چرچا کس قدر ہے ہر کنار

اسی طرح فرمایا: ''یہ اُس وقت کی پیشگوئی ہے کہ اس چھوٹے سے گاؤں میں بھی بہتیرے ایسے تھے جو مجھ سے ناواقف تھے اور اب جو اس پیشگوئی پر سترہ برس گزر گئے تو پیشگوئی کے مفہوم کے مطابق اس عاجز کی شہرت اس حد تک پہنچ گئی کہ اس ملک کے غیر قوموں کے بچے اور عورتیں بھی اس عاجز سے بے خبر نہیں ہوں گی۔ جس شخص کو ان دونوں زمانوں کی خبر ہوگی کہ وہ وقت کیا تھا اور اب کیا ہے تو بلا اختیار اس کی روح بول اٹھے گی کہ یہ عظیم الشان علم غیب انسانی طاقتوں سے ایسا بعید ہے کہ جیسا کہ ایک مکھی کی طاقت سے ایک قوی ہیکل ہاتھی کا کام۔''

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 74)

حضرت مصلح موعودؓ کی ہومیوپیتھی پر توجہ اور اس کی ترویج کے احسانات

(ڈاکٹر وقار منظور بسرا۔ طاہر ہومیوپیتھک ہاسپٹل اینڈ ریسرچ انسٹیٹیوٹ ربوہ)

حضرت مصلح موعودؓ کے احسانات جماعت پر ہی نہیں ساری دنیا پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک ہومیوپیتھی کی ترویج واشاعت بھی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اُس وقت جماعت میں ہومیوپیتھی کو رواج دینا شروع کیا جب دنیا اس کو چھوڑ رہی تھی۔ ہومیوپیتھی یوں تو 18ویں صدی کے آخر میں باقاعدہ دریافت ہوچکی تھی لیکن اسے مقبولیتِ عام انیسویں صدی کے آخر سے لے کر بیسویں صدی کے آغاز تک حاصل ہوئی۔ انٹی بائیوٹکس کی دریافت اور پھر ان کی بے حد مقبولیت کے بعد جب دنیا کی ہومیوپیتھی سے توجہ ہٹ رہی تھی اس وقت حضرت مصلح موعودؓ اِس طریقہ علاج کو جماعت میں متعارف فرما رہے تھے۔

جیسا کہ الٰہی بشارتوں میں تھا کہ وہ نور ہوگا۔ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور یہ کہ وہ علومِ ظاہری وباطنی سے پُر کیا جائے گا۔ سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کی عظیم الشان بصیرت نے یہ پرکھ لیا تھا کہ یہ طریقہءعلاج خدا تعالیٰ کے عطا کردہ قدرتی مدافعتی نظام کو ہی استعمال کرتا ہے۔ وہ مدافعتی نظام، وہ immune system جو اللہ تعالیٰ نے کروڑہا سالوں کے ارتقائی عمل سے گزار کر ہمیں عنائت کیا۔ اور یہ ایک صدی یا دو صدیوں کے لئے نہیں بلکہ تا قیامت آنے والی تمام ممکنہ بیماریوں سے حفاظت اور شفا کے لئے عطا فرمایا ہے۔

ہومیوپیتھی کی دریافت سے لے کر اب تک گزشتہ سوادوسو سالوں میں 10 ہزار سے زائد ہومیوپیتھک دوائیں مٹیر یا میڈیکا کا حصّہ بنیں لیکن اِن میں سے ایک بھی نہ تو ban ہوئی اور نہ ہی مسترد۔ بلکہ ہر آنے والا دن اِن دواؤں کے چھپے ہوئے خواص مزید نکھار کر ظاہر کرنے والا ہوتا ہے۔ مثلاً کروٹیلس (Crotalus) ایک ہومیوپیتھک دوا ہے جو ایبولہ بیماری کے علاج کے لئے مقبول ہے۔ یہ ایبولہ (Ebola) وائرس کی دریافت سے بھی کوئی ڈیڑھ سو سال پہلے ہومیوپیتھک مٹیر یا میڈیکا کا حصّہ بنی۔ 1837ء میں اِس کی پرُووِنگ شروع کرنے والے ڈاکٹر ہیرنگ (Hering) نے اِس کے جو اثرات ریکارڈ کئے وہ اب بھی پڑھیں تو یوں لگتا ہے کہ ایبولہ بیماری (Ebola Virus Disease) کی علامات پڑھ رہے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ یورپ اور امریکہ میں چھپنے والی نہائت ہی اعلیٰ ہومیوپیتھک کتب منگوا کر مطالعہ فرماتے رہے جن میں سے چند اب بھی خلافت لائبریری کی زینت ہیں۔ یورپ کے آخری سفر کے دوران مختلف یورپین ہومیوپیتھس کے ساتھ تبادلہ خیال بھی فرماتے رہے اِن ہومیوپیتھس میں سوئٹزرلینڈ کے مشہور ڈاکٹر شمِٹ (Pierre Schmidt) بھی شامل تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ ایک ہومیوپیتھک ہسپتال تعمیر کروانا چاہتے تھے اور اس کی عمارت کے لئے نقشے بھی حضور نے پسند فرمالئے تھے۔ (رپوٹ الفضل فورم۔ 15 دسمبر 1997ء مطبوعہ روزنامہ الفضل 17 دسمبر 1997ء)۔ حضور رضی اللہ عنہ کی یہ خواہش دورِ خلافت رابعہ میں طاہر ہومیوپیتھک ہاسپٹل اینڈ ریسرچ انسٹیٹیوٹ ربوہ کی صورت میں پوری ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مسلسل 50 برس انتھک محنت اور جدو جہد سے ہومیوپیتھی کے ذریعے خدمتِ انسانیت کو انتہا تک پہنچا دیا۔ حضورؒ ہومیوپیتھی میں اپنی دلچسپی کے آغاز کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

'ہومیوپیتھی میں میری دلچسپی کے اسباب کی داستان دلچسپ ہے۔ ہندوستان کی تقسیم کے بعد پاکستان بننے کے ابتدائی سالوں کی بات ہے کہ مجھے بار بار سر درد کے دورے پڑا کرتے تھے جسے انگریزی میں میگرین (Migraine) اور اُردو میں دردِ شقیقہ کہتے ہیں۔ یہ بہت شدید درد ہوتا ہے جس کے ساتھ متلی، قے اور اعصابی بے چینی بہت ہوتی ہے۔ مَیں کئی کئی دن اس بیماری میں مبتلا رہتا تھا۔ علاج کے طور پر اسپرین استعمال کرتا جس کی وجہ سے معدہ کی جھلی اور گردوں پر برا اثر پڑتا اور دل کی دھڑکن بھی تیز ہو جاتی۔ میرے والد مرحوم ایک ایلوپیتھک دوا سینڈول (Sandol) اپنے پاس رکھا کرتے تھے جس کی انہیں خود بھی ضرورت پڑتی تھی۔ برصغیر کی تقسیم کے بعد یہ دوا پاکستان میں نہیں ملتی تھی بلکہ کلکتہ سے منگوانی پڑتی تھی۔ اس سے مجھے جلد آرام آجاتا۔

ایک دفعہ جب مجھے سر درد کی شدید تکلیف ہوئی تو ابا جان مرحوم کے پاس سینڈول موجود نہ تھی اس لئے آپ نے اس کی بجائے کوئی ہومیوپیتھک دوائی بھجوادی۔ مجھے اس وقت ہومیوپیتھی پر کوئی یقین نہیں تھا لیکن تبرکاً میں نے یہ دوا کھالی۔ مجھے اچانک احساس ہوا کہ درد بالکل ختم ہوگیا ہے اور میں بے وجہ آنکھیں بند کئے لیٹا ہوں۔ اس سے پہلے کبھی کسی دوا کا مجھ پر ایسا غیر معمولی اور اتنا تیز اثر نہیں ہوا تھا۔

اس کے بعد ایک اور واقعہ ہومیوپیتھی میں میری دلچسپی کا موجب یہ بنا کہ جب میری شادی ہوئی تو میری اہلیہ آصفہ بیگم (رحمہا اللہ) کو ایک پرانی تکلیف تھی جس کا انہوں نے مجھ سے ذکر کیا۔ حضرت ابا جان کے پاس ہومیوپیتھی کی کتابیں بہت تھیں۔ میں نے سوچا کہ ان میں کوئی دوائی ڈھونڈتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ایسا تصرف ہوا کہ پہلی کتاب کو جس جگہ سے میں نے کھولا وہاں ایک دوائی نیٹرم میور (Natrum mur) کی جو علامات درج تھیں وہ بالکل وہی تھیں جو آصفہ بیگم نے بتائی تھیں۔ وہ دوا میں نے اونچی طاقت میں انہیں دی۔ ان کو اس کی ایک خوراک سے ہی ایسا آرام آیا کہ پھر کبھی زندگی بھر وہ تکلیف دوبارہ نہیں ہوئی۔ اس سے مجھے یقین ہوگیا کہ ہومیوپیتھی خواہ میری سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اس کا فائدہ ضرور ہوتا ہے اور اس میں ضرور کچھ حقیقت ہے۔ اس کے بعد میں نے حضرت ابّا جان کی لائبریری سے ہومیوپیتھی کی کتابیں لے کر پڑھنا شروع کیں۔ بعض اوقات ساری ساری رات انہیں پڑھتا رہتا۔ لمبا عرصہ مطالعہ کے بعد میں نے دوائیوں اور ان کے مزاج سے واقفیت حاصل کی اور ان کے استعمال اور خصوصیات کا اچھی طرح ذہن میں نقشہ جمایا اور پھر مریضوں کا علاج شروع کیا۔

(دیباچہ کتاب ہومیوپیتھی یعنی علاج بالمثل)۔

آج سے 167 سال پہلے 1849ء میں Royal London Homoeopathic Hospital قائم ہوا جس کی سرپرست ملکہ برطانیہ تھیں۔ ہومیوپیتھی کی تاریخ میں اِس ادارے اور اِس سے منسلک ڈاکٹرز کی بے مثال خدمات ہیں۔ تین سال قبل جب خاکسار کو جلسہ سالانہ UK پر جانے کی سعادت ملی تو اس ہسپتال کو دیکھنے گیا۔ یہ دیکھ کر بڑا افسوس ہوا کہ اس ادارے کو ختم کر دیا گیا ہے۔ لیکن جب دورانِ ملاقات حضورِانور نے ارشاد فرمایا کہ ربوہ میں F.Sc. واقفینِ نو کی ہومیوپیتھک ٹریننگ بھی کی جائے تو دل کو تسلی ہوگئی کہ اب اللہ تعالیٰ نے ہومیوپیتھی باقاعدہ طور پر جماعت کے سپرد کر دی ہے اور خلافتِ احمدیہ کی برکت سے اس کا مستقبل ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگیا ہے۔ الحمدللہ۔

اب ضرورت ہے کہ واقفینِ نو اور واقفاتِ نو پیارے امام کی آواز اور خواہش پر والہانہ لبیک کہتے ہوئے ہومیوپیتھی کے اس عظیم الشان نظام شفا کے لئے اپنے آپ کو ٹریننگ کے لئے پیش کریں۔

قائم شدہ 1952ء
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
SHARIF
JEWELLERS
SINCE 1952
Aqsa Road Rabwah
0092 47 6212515
28 London Rd, Morden SM4 5BQ
0044 20 3609 4712

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

پیکر رحمت و شفقت

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر۔ ربوہ

دس شرائط بیعت میں سے شرط نمبر 9 اس طرح ہے کہ ہر بیعت کرنے والا عہد کرے کہ

''عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا''۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بارہا فرمایا کرتے تھے کہ میں کسی شخص کا دشمن نہیں ہوں اور میرا دل ہر انسان اور ہر قوم کی ہمدردی سے معمور ہے۔ اپنی ایک کتاب میں فرماتے ہیں ''دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں۔ میں بنی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر...... انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول''۔

حضور کا یہ فرمان محض ایک دعویٰ ہی نہیں تھا بلکہ حضور کی زندگی کا لحہ لحہ ہمدردی خلائق سے معمور تھا۔ خدا کا یہ بندہ بہت ارفع اخلاق کا مالک تھا۔ ایسا کہ اس کی مثال مشکل سے ہی ملے گی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اخلاق فاضلہ کے قیام کی خاطر اس آخری زمانہ میں مبعوث فرمایا تھا۔ حضور کی سیرت کے مطالعہ سے بار بار ہمیں ایسے واقعات ملتے ہیں جن میں اس غرض کا پورا ہونا اظہر من الشّمس ہے۔ حضور کی زندگی ایسے بے شمار واقعات سے بھری پڑی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ سے جو اخلاقِ فاضلہ صادر ہوئے ان کو ضبط تحریر میں لانے کے لئے کئی کتب درکار ہوں گی۔ نہیں یہ کہنا شاید حقیقت کے قریب نہ ہو۔ حق یہ ہے کہ حضور کی زندگی کا لحہ لحہ ان اخلاق فاضلہ سے عبارت تھا اور اس اعتبار سے کتابوں کے ذخیرے بھی ان کو اپنے اندر سمو نہیں سکتے۔

اس مختصر مضمون میں خاکسار نے کوشش کی ہے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کی تحریروں میں سے کچھ واقعات قارئین کے سامنے رکھوں۔

حضرت مسیح موعودؑ مہمان کے آنے سے بہت خوش ہوتے تھے اور جس وقت کوئی مہمان آتا اسی وقت اس کے لئے موسم کے لحاظ سے مشروبات مہیا فرماتے اور کھانے کا انتظام فرماتے۔ آپ کی خواہش ہوتی کہ مہمان زیادہ دیر تک رہے اور مہمان کے ساتھ آپ کا برتاؤ بے تکلّفانہ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک مہمان نے آکر کہا کہ میرے پاس بستر نہیں ہے۔ حضور نے حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ کو فرمایا کہ اس کو لحاف دے دو۔ انہوں نے عرض کی کہ یہ شخص لحاف لے جائے گا۔ اس پر حضور نے فرمایا۔ ''اگر یہ لحاف لے جائے گا تو اس کا گناہ ہوگا اور اگر بغیر لحاف کے سردی سے مرگیا تو ہمارا گناہ ہوگا''۔ غور کیجئے یہ شخص بظاہر شکل و صورت سے مشتبہ دکھائی دیتا تھا مگر اس کے باوجود آپ نے اس کی مہمان نوازی میں کوئی فرق نہ فرمایا۔

بنوں کے ایک میڈیکل مشنری تھے جن کا نام ڈاکٹر پینل (PENEL) تھا۔ یہ صاحب بہت امیر کبیر تھے اور آنریری طور پر عیسائیت کے لئے کام کرتے تھے۔ انہوں نے عیسائیت کی تبلیغ کے لئے ہندوستان بھر کا سفر بائیسکل پر کیا۔ وہ قادیان بھی آئے اور یہاں ٹھہرے۔ حضور نے اس کے باوجود کہ وہ سلسلہ کے دشمن تھے ان کی خاطر تواضع اور مہمان داری کے لئے لنگر خانہ کے مہتممین کو اور دیگر احباب کو خاص طور پر تاکید کی اور ہر طرح ان کا خیال رکھا اور خاطر و مدارت میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔

ایک مرتبہ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلویؓ قادیان آئے۔ وہ ان دنوں میں مجسٹریٹ کے ریڈر تھے۔ وہ ایک دو دن کے لئے یونہی موقع نکال کر تشریف لائے تھے مگر انہوں نے جب بھی حضور سے جانے کی اجازت طلب کی تو ہمیشہ فرماتے رہے 'چلے جانا' ابھی کون سی جلدی ہے؟ اور اس طرح ان کو لمبا عرصہ اپنے پاس رکھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کو سکّھوں کے زمانے میں بیگووال ریاست کپورتھلہ ہجرت کرنا پڑی تھی۔ ایک مرتبہ اس گاؤں کا ایک ساہوکار اپنے ایک عزیز کے علاج کے لئے قادیان آیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کو اطلاع ہوئی تو حضور نے فوراً اس کے لئے قیام و طعام کا نہایت اعلیٰ انتظام فرمایا اور نہایت دلداری کے ساتھ بیماری کے حالات دریافت فرماتے رہے۔ صرف یہی نہیں، حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاول) کو تاکیداً علاج کے لئے ارشاد فرمایا۔ حضور نے فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کو سکّھوں کے زمانہ میں بیگووال جانا پڑا تھا۔ اس گاؤں کے ہم پر حقوق ہیں۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی وہاں سے قادیان آتا تو حضور نہایت درجہ محبت کا سلوک فرماتے۔ اس طرح حضور نے احسان کا بدلہ احسان سے اتارنے کا فریضہ نہایت احسن طریق پر ادا فرمایا۔

مولوی عبدالحکیم نصیر آبادی بہت مخالف تھا اور اس نے لاہور میں فروری 1892ء میں حضرت مسیح موعودؑ سے مباحثہ کیا تھا اور اس مباحثہ کے کاغذات بھی لے کر چلا گیا تھا قادیان آیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اطلاع ہونے پر اس کی خاطر تواضع کا حکم دیا۔ اسے حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کے نئے مکان کے ایک کمرہ میں اتارا گیا۔ حضور نے یہ ہدایت بھی کی کہ کوئی شخص ان سے کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے اس کی دل شکنی ہو۔ اگر وہ دل آزاری کی ایسی بات کرے جو رنج کا موجب ہو تو اس پر بھی صبر کیا جائے۔ وہ شخص باوجود اس کے کہ اخلاق و مروت کا اعلیٰ برتاؤ کیا جارہا تھا، بڑے جوش سے مخالفت کرتا رہا۔ احمدی ان کی مخالفت کو سنتے اور حضور کے حکم کے مطابق نہایت ادب اور محبت سے ان کی تواضع کرتے رہے۔

حضرت مسیح موعودؑ قادیان کے رئیس اعظم اور مالک تھے اور خاندانی وجاہت کے لحاظ سے کسی کے گھر آتے جاتے نہیں تھے۔ مگر انسانی ہمدردی اور غمگساری نے کبھی آپ کو یہ سوچنے کا موقع نہ دیا اور مریضوں کی عیادت کے لئے دوسروں کو نفع پہنچانے کے لئے اپنے پرائے کا امتیاز نہ فرماتے تھے۔ 1902ء میں ایک قریشی صاحب قادیان میں حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب سے علاج کروانے کے لئے آئے اور حضرت مسیح موعودؑ سے کئی دفعہ دعا کے لئے عرض کیا۔ وہ جیون سنگھ جھیور نامی مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ 10/اگست 1902ء کو انہوں نے حضرت اقدسؑ کو کہلا بھیجا کہ زیارت کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں مگر پاؤں متورم ہونے کی وجہ سے حاضر نہیں ہوسکتا۔ حضور نے بنفسِ نفیس ان کی رہائشگاہ پر آنے کا وعدہ فرمایا اور اگلے روز جب حضور سیر کے لئے نکلے تو ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضور ان سے مرض کے حالات دریافت فرماتے رہے اور تسلی دیتے رہے۔

لالہ ملاوامل ایک مرتبہ عرق النساء کے عارضہ سے بیمار ہوگئے۔ حضرت مسیح موعودؑ صبح و شام ان کی خبر منگوایا کرتے اور دن میں ایک مرتبہ خود تشریف لے جاکر عیادت فرماتے۔ لالہ صاحب غیر قوم اور غیر مذہب تھے مگر ان کی پرانی رفاقت کے خیال سے عیادت بھی کرتے اور علاج بھی فرماتے۔ ایک دوا کے نتیجے میں ایک رات انہیں انیس مرتبہ اجابت ہوئی اور خون آنے کی وجہ سے ضعف ہوگیا۔ اگلے دن صبح انہوں نے کہلا بھیجا کہ حضور خود تشریف لائیں۔ حضور فوراً ان کے مکان پر چلے گئے۔ لالہ صاحب کی حالت دیکھ کر حضور کو تکلیف ہوئی۔ اور فوراً اسبغول کا لعاب نکلوا کر لالہ ملاوامل صاحب کو دیا جس سے سوزش اور خون کا آنا بھی بند ہوگیا اور ان کے درد کو بھی آرام آگیا۔

اسی ضمن میں حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ نے ایک اور واقعہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ مہر حامد علی صاحب قادیان کے ارائیوں میں سے پہلے خوش نصیب تھے جنہیں سلسلہ بیعت میں داخل ہونے کی سعادت عطا ہوئی۔ آپ ایک نہایت غریب مزاج تھے اور ان کا مکان فصیلِ قادیان سے باہر اس جگہ واقع تھا جہاں گاؤں کا کوڑا کرکٹ اور روڑیاں جمع ہوتی تھیں۔ سخت بدبو اور تعفن ہوتا تھا۔ زمیندار آدمی تھے۔ خود ان کے مکان میں بھی صفائی کا التزام نہ تھا۔ مویشیوں کا گوبر اور دوسری چیزیں پڑی رہتی تھیں۔ بہرحال اسی جگہ وہ رہتے تھے۔ جب وہ بیمار ہوئے تو حضور متعدد مرتبہ اپنے احباب کے ساتھ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ بعض لوگوں کو بدبو کی وجہ سے سخت تکلیف ہوتی اور حضور بھی اس کو محسوس فرماتے مگر اشارۃً یا کنایۃً اس کا اظہار فرمایا اور نہ کبھی اس کی وجہ سے آپ ان کی خبر گیری سے رُکے۔ آپ جب بھی جاتے بڑی بشاشت سے جاتے۔ ان سے بہت محبت اور دلجوئی کی باتیں کرتے۔ اور بہت دیر تک رک کر ان کو تسلی دیتے، ادویات بتاتے اور توجہ الی اللہ کی ہدایت فرماتے۔ اور اس قدر دلچسپی لیتے کہ دیکھنے والے علیٰ وجہ البصیرت کہتے کہ کوئی عزیزوں کی خبر گیری بھی اس طرح نہیں کرتا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کے ایک مقدمہ کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعودؑ پٹھان کوٹ تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کو جو ہم رکاب تھے، رات کو یکا یک درد معدہ کا حملہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی پیشاب پاخانہ بھی بند ہوگیا۔ شیخ صاحب دوسرے کمرہ میں جہاں حکیم الامت حضرت مولوی نور الدین صاحب سوئے ہوئے تھے، اس خیال سے پہلو میں لیٹ گئے کہ جونہی وہ کروٹ بدلیں گے تو عرض کردوں گا۔ چنانچہ جب حضرت حکیم صاحب نے کروٹ بدلی تو شیخ صاحب نے کہا ہائے۔ اُن کی یہ آواز حضرت اقدس مسیح موعود کے کان میں بھی پہنچ گئی جو اس کے ساتھ والے کمرے میں استراحت فرماتے تھے۔ قبل اس کے کہ حضرت مولوی صاحب اٹھتے، خود حضور اٹھ کر تشریف لے آئے اور پوچھا: میاں یعقوب علی! کیا ہوا؟ حضرت کی آواز کے ساتھ ہی حکیم الامت اور دوسرے احباب اٹھ بیٹھے۔ حضرت شیخ صاحب نے اپنی حالت کا اظہار کیا۔ حضور نے دوائی عطا فرمائی اور تسلی اور اطمینان دلایا کہ گھبرائیں نہیں۔ ابھی آرام آجائے گا۔ میں دعا بھی کرتا ہوں۔ حضرت صاحب کی توجہ کو دیکھ کر تمام احباب بھی کمال ہمدردی کا اظہار کرنے لگے یہاں تک کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب جیسے عالم اور نازک طبع اور معذور بزرگ بھی انہیں دبانے کے لئے بیٹھ گئے۔

آپؑ کے دل میں ہمدردی اور محبت کا ایک جوش تھا اور شفقت علیٰ خلق اللہ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر......!!

مخدوم الملت حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی علالت کے ایام میں حضرت مسیح موعودؑ کی حالت کے بارہ میں حضرت شیخ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ''اس دن سے کہ مولوی صاحب پر عمل جراحی کیا گیا، رات کا سونا قریباً حرام ہوگیا۔ باوصفیکہ چوٹ لگنے اور بہت سا خون نکل جانے کی وجہ سے حضرت اقدس کو تکلیف تھی اور دورانِ سر کی بیماری کی شکایت تھی لیکن یہ کریم النفس وجود ساری رات رب رحیم کے حضور مولینا مولوی عبدالکریم صاحب کے لئے دعاؤں میں لگا رہا۔''

ایک مرتبہ ایک سائل نے قادیان میں ایک پھیری لگادی۔ وہ صبح کو اٹھتا اور حضرت میر حامد شاہ صاحب کی نظم

ہوا ناصر خدا تیرا مرے اے قادیاں والے
ہمیں بخشی اماں تو نے ہے اے دارالاماں والے

پڑھا کرتا اور کبھی کبھی حضرت مسیح موعودؑ کی نظم ''ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے'' پڑھتے ہوئے قادیان کا چکر لگاتا۔

ایک ماہ رمضان میں باوجودیکہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس عرصہ میں متعدد مرتبہ اس کو بہت کچھ دیا لیکن وہ پھر بھی کہتا کہ میرا پیالہ بھر دو۔ چنانچہ عید کے دن بہت بڑا پیالہ لے کر آگیا۔ اور مسجد کے دروازہ کے قریب چادر بچھا کر بیٹھ گیا۔ جب حضور تشریف لائے تو سوال کیا کہ میرا پیالہ بھر دو۔ حضرت اقدس نے اس میں ایک روپیہ ڈالا۔ اس روپیہ کا ڈالنا تھا کہ روپوں کا مینہ برس پڑا اور مختلف سکّوں سے اس کا پیالہ بھر گیا۔ یہ واقعہ تو علانیہ عطا کا ہے مگر عموماً حضور کی عادت مخفی دینے کی تھی۔ جس پر یہ واقعہ خوب روشنی ڈالتا ہے۔ حضرت شیخ محمد نصیب صاحب کی بیوی صاحبزادہ مرزا نصیر احمد (ابن حضرت مصلح موعودؓ) کو دودھ پلانے پر مامور تھیں۔ ایک دفعہ باتوں باتوں میں حضور کو علم ہوا کہ شیخ صاحب کو صرف بارہ روپے تنخواہ ملتی ہے۔ آپ نے محسوس فرمایا کہ شاید اس قلیل تنخواہ سے گزارہ نہ ہوتا ہو۔ آپؑ نے ایک روز گزرتے ہوئے ان کے کمرے میں بیس پچیس روپے کی پوٹلی پھینک دی۔ شیخ صاحب کو خیال گزرا کہ معلوم نہیں یہ روپیہ کیسا ہے۔ آخر معلوم ہوا کہ ان کی تنگی کا احساس کر کے حضورؑ نے رکھ دیا ہے تا آرام سے گزارا کرلیں۔

حضرت میر ناصر نواب صاحب نے اپنا مستعمل کوٹ اپنے ایک عزیز کو اس غرض سے بھجوایا کہ وہ سردی سے محفوظ رہے مگر اس نے حقارت کے ساتھ یہ کوٹ واپس کر دیا کہ میں استعمال شدہ کپڑا نہیں پہنتا۔ خادمہ جب یہ کوٹ واپس لے کر جارہی تھی تو اتفاقاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظر پڑی۔ واقعہ معلوم ہونے پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: ''واپس نہ لے جاؤ۔ اس سے میر صاحب کی دل شکنی ہوگی۔ تم یہ کوٹ ہمیں دے جاؤ۔ ہم پہنیں گے۔ میر صاحب سے کہہ دینا کہ مَیں نے رکھ لیا ہے۔'' اللہ اللہ کس قدر دلداری ہے۔ کیا سادگی اور بے نفسی ہے کہ دین کا بادشاہ ہوکر بھی اترے ہوئے کوٹ کے استعمال میں تأمل نہیں کیا۔

مَیں اس مضمون کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے الفاظ پر ختم کرتا ہوں۔ آپ اپنے خطاب (فرمودہ جلسہ سالانہ 1959ء) میں فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعودؑ کا وجود ایک مجسم رحمت تھا۔ وہ رحمت تھا اپنے عزیزوں کے لئے۔ اور رحمت تھا اپنے دوستوں کے لئے۔ اور رحمت تھا اپنے دشمنوں کے لئے۔ اور رحمت تھا اپنے ہمسایوں کے لئے۔ اور رحمت تھا اپنے خادموں کے لئے۔ اور رحمت تھا سائلوں کے لئے۔ اور رحمت تھا عامّۃ الناس کے لئے۔ اور دنیا کا کوئی چھوٹا یا بڑا طبقہ ایسا نہیں ہے جس کے لئے اس نے رحمت اور شفقت کے پھول نہ بکھیرے ہوں''

ڈھونڈتی ہے جلوۂ جاناں کو آنکھ
چاند سا چہرہ ہمیں دکھلائے کون
اے مسیحا تیرے سودائی جو ہیں
ہوش میں بتلا ان کو لائے کون
اے مسیحا ہم سے گو تُو چھُٹ گیا
دل سے پر الفت تیری چھڑوائے کون

ذیابیطس اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(رفاقت احمد ڈوگر۔ٹیما، غانا)

ذیابیطس دنیا میں سب سے خاموشی سے پھیلنے والے امراض میں سے ایک مرض ہے۔ایک اندازہ کے مطابق دنیا میں 371 ملین سے زائد لوگ ذیابیطس کے شکار ہیں اوران میں سے نصف تعداد اس امر سے بے خبر ہے کہ وہ ذیابیطس کے مریض ہیں۔بعض لوگ بیماری کی تشخیص کے لئے ٹیسٹ کروانے سے گریزاں رہتے ہیں اور اسی طرح اکثر لوگ ذیابیطس کا شکار ہونے کے باوجود اس بیماری کو سنجیدگی سے نہیں لیتے۔اور بیماری کے مضر اثرات کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ذیابیطس کو ایک خاموش قاتل کہا جاتا ہے اور اس مرض میں مریض کے جسم کا ایک عضو لبلبہ (Pancreas) متاثر ہوتا ہے اورایک ہارمون انسولین (جو کہ خون میں غذائی جزو شوگر کی مقدار کو قابو میں رکھتا ہے) کی پیدائش جسمانی ضرورت سے کم ہوجاتی ہے یا اس کی پیداوار بالکل بند ہوجاتی ہے۔اگر شوگر لیول ایک لمبے عرصہ تک قابو میں نہ رہے تو اس کے نتیجہ میں برین ہمیرج، دل کے امراض، فالج، بینائی سے محرومی، گردے فیل ہوجانا، پھیپھڑوں میں خرابی جیسے امراض لاحق ہوجاتے ہیں اور انسان ایک اذیت ناک موت کا منتظر رہتا ہے۔اگر خون میں شوگر لیول کو قابو میں رکھا جائے تو انسان دوسرے عام انسانوں کی طرح بغیر کسی پیچیدگیوں کے نارمل زندگی گزارتا ہے۔

ہمارے خون میں شوگر کی مقدار کو قابو کرنے کے لئے جدید میڈیکل سائنس کے مطابق ایک متوازن اندازِ زندگی اہم کردار ادا کرتا ہے **یعنی باقاعدہ میڈیکل چیک اپ اور معالج کی ہدایات کے مطابق دوا کا استعمال، ذہنی دباؤ سے گریز، متوازن اور مناسب وقفوں سے خوراک، وزن کو قابو میں رکھنا اور باقاعدہ ورزش**۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ روزانہ 30 سے 45 منٹ ورزش کرنے سے شوگر لیول قابو میں رہنے کے ساتھ ساتھ انسان کا دوا کا انحصار بہت کم رہ جاتا ہے اور ورزش کے بغیر دوا بھی پوری طرح جسم پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

حضرت مسیح موعودؑ بھی ذیابیطس کی بیماری میں مبتلا تھے۔ تمام احمدی احباب کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کا اسوۂ حسنہ قابل عمل تو ہے ہی لیکن ذیابیطس کے شکار احباب کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کا مطالعہ اس پہلو سے نہایت ضروری ہے کہ آپ کے شب و روز کس طرح گزرتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"وہ دو زرد چادریں جن کے بارے میں حدیثوں میں ذکر ہے کہ ان دو چادروں میں مسیح نازل ہوگا وہ دو زرد چادریں میرے شامل حال ہیں جن کی تعبیر علم تعبیر الرؤیا کے رُو سے دو بیماریاں ہیں۔سو ایک چادر میرے اوپر کے حصہ میں ہے کہ ہمیشہ سر درد.....اور دوسری چادر جو میرے نیچے کے حصہ بدن میں ہے وہ بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامنگیر ہے"۔

(اربعین نمبر4۔روحانی خزائن جلد 17، صفحہ 471-470)

حضورؑ کے زمانہ میں میڈیکل سائنس ترقی پذیر تھی اور ذیابیطس کے لئے کوئی باقاعدہ دوا ابھی دریافت نہیں ہوئی تھی۔اس کے باوجود حضرت مسیح موعودؑ نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے تقریباً 74 سال کی لمبی اور فعال عمر پائی۔آپؑ کے قویٰ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عام قویٰ آخر عمر تک بہت اچھی حالت میں رہے اور آپ کے چلنے پھرنے اور کام کاج کی طاقت میں کسی قسم کی انحطاط کی صورت رونما نہیں ہوئی بلکہ میں نے بھائی شیخ عبدالرحیم صاحب سے سُنا ہے کہ گو درمیان میں آپ کا جسم کسی قدر ڈھیلا ہو گیا تھا لیکن آخری سالوں میں پھر خوب سخت اور مضبوط معلوم ہوتا تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ بھائی عبدالرحیم صاحب کو جسم کے دبانے کا کافی موقع ملتا تھا"۔

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ 294)

ورزش

ذیابیطس کے مرض میں ورزش شوگر قابو کرنے میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ ڈاکٹرز کے مطابق سب سے بہترین ورزش تیز رفتاری سے چلنا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے معمولات میں صبح کی سیر شامل تھی جو آپؑ تیز رفتاری سے کرتے تھے۔آپؑ کی اس عادت کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمدؓ صاحب 'سیرت المہدی' میں بیان فرماتے ہیں۔

"خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ایک عام عادت تھی کہ صبح کے وقت باہر سیر کو تشریف لے جایا کرتے تھے۔اور خدّام آپ کے ساتھ ہوتے تھے اور ایک ایک میل دو دو میل چلے جاتے تھے۔اور آپ کی عادت تھی کہ بہت تیز چلتے تھے مگر بایں ہمہ آپ کی رفتار میں پورا پورا وقار ہوتا تھا"۔(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 52)

اسی طرح ڈاکٹرز کے مطابق ذیابیطس کے مریض کو اپنے روزمرہ کاموں کے دوران کچھ وقت نکال کر ہلکی چہل قدمی کرنی چاہئے۔لیکن حضرت مسیح موعودؑ کا نمونہ اس معاملہ میں ایک نیا رنگ ظاہر کرتا ہے۔آپؑ کام کے ساتھ ساتھ اپنی صحت کا خیال بھی رکھتے تھے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اس بارہ میں 'سیرت المہدی' میں بیان فرماتے ہیں۔

"خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر کا کام آخری زمانہ میں ٹیڑھے نب سے کیا کرتے تھے اور بغیر خطوط کا سفید کاغذ استعمال فرماتے تھے۔آپ کی عادت تھی کہ کاغذ لے کر اس کی دو جانب شکن ڈال لیتے تھے تا کہ دونوں طرف سفید حاشیہ رہے اور آپ کالی روشنائی سے بھی لکھ لیتے تھے اور بلیو، بلیک سے بھی اور مٹی کا اُپلہ سا بنوا کر اپنی دوات اس میں نصب کروا لیتے تھے تا کہ گرنے کا خطرہ نہ رہے۔آپ بالعموم لکھتے ہوئے ٹہلتے بھی جاتے تھے یعنی ٹہلتے بھی جاتے تھے اور لکھتے بھی اور دوات ایک جگہ رکھ دیتے تھے جب اس کے پاس سے گزرتے نب کو تر کر لیتے۔اور لکھنے کے ساتھ ساتھ اپنی تحریر کو پڑھتے بھی جاتے تھے۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 18)

کھانے کی عادتیں

ذیابیطس کے مرض میں خوراک کی مقدار، وقت اور انتخاب بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کو مدنظر رکھتے ہوئے خوراک کا استعمال فرماتے تھے۔حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں:

'خوراک کی مقدار:۔ قرآن شریف میں کفار کے لئے وارد ہے یَأۡکُلُوۡنَ کَمَا تَأۡکُلُ الۡاَنۡعَامُ (محمدؐ:13) اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ کافر سات انتڑی میں کھاتا اور مومن ایک میں۔ مراد ان باتوں سے یہ ہے کہ مومن طیّب چیز کھانے والا اور دنیا دار یا کافر کی نسبت بہت کم خور ہوتا ہے۔ جب مومن کا یہ حال ہوا تو پھر انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کا تو کیا کہنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستر خوان پر بھی اکثر ایک سالن ہی ہوتا تھا۔ بلکہ سَتّو یا صرف کھجور یا دودھ کا ایک پیالہ ہی ایک غذا ہوا کرتی تھی۔ اسی سنّت پر ہمارے حضرت اقدس علیہ السلام بھی بہت ہی کم خور تھے اور بمقابلہ اس کام اور محنت کے جس میں حضور دن رات لگے رہتے تھے اکثر حضور کی غذا دیکھی جاتی تو بعض اوقات حیرانی سے بے اختیار لوگ یہ کہہ اُٹھتے تھے کہ اتنی خوراک پر یہ شخص زندہ کیونکر رہ سکتا ہے۔ خواہ کھانا کیسا ہی عمدہ اور لذیذ ہو اور کیسی ہی بھوک ہو آپ کبھی حلق تک ٹھونس کر نہیں کھاتے تھے۔ عام طور پر دن میں دو وقت مگر بعض اوقات جب طبیعت خراب ہوتی تو دن بھر میں ایک ہی دفعہ کھانا نوش فرمایا کرتے تھے۔ علاوہ اس کے چائے وغیرہ ایک پیالی صبح کو بطور ناشتہ بھی پی لیا کرتے تھے۔ مگر جہاں تک میں نے غور کیا آپ کو لذیذ مزیدار کھانے کا ہرگز شوق نہ تھا۔

اوقات:۔ معمولاً آپ صبح کا کھانا 10 بجے سے ظہر کی اذان تک اور شام کا نماز مغرب کے بعد سے سونے کے وقت تک کھا لیا کرتے تھے۔ کبھی شاذ و نادر ایسا بھی ہوتا تھا کہ دن کا کھانا آپ نے بعد ظہر کھایا ہو۔ شام کا کھانا مغرب سے پہلے کھانے کی عادت نہ تھی۔ مگر کبھی کبھی کھا لیا کرتے تھے۔ مگر معمول دو طرح کا تھا۔ جن دنوں میں آپ بعد مغرب، عشاء تک باہر تشریف رکھا کرتے تھے اور کھانا گھر میں کھاتے تھے ان دنوں میں یہ وقت عشاء کے بعد ہوا کرتا تھا ورنہ مغرب اور عشاء کے درمیان۔

"کیا کھاتے تھے؟ ......مقصد آپ کے کھانے کا صرف قوّت قائم رکھنا تھا، نہ کہ لذت اور ذائقہ اُٹھانا۔ اس لئے آپ صرف وہ چیزیں ہی کھاتے تھے جو آپ کی طبیعت کے موافق ہوتی تھیں اور جن سے دماغی قوّت قائم رہتی تھی تا کہ آپ کے کام میں حرج نہ ہو۔ علاوہ بریں آپ کو چند بیماریاں بھی تھیں۔ جن کی وجہ سے آپ کو کچھ پرہیز بھی رکھنا پڑتا تھا مگر عام طور پر آپ سب طیّبات ہی استعمال فرما لیتے تھے .....روٹی آپ تندوری اور چولہے کی دونوں قسم کی کھاتے تھے۔ ڈبل روٹی چائے کے ساتھ یا بسکٹ اور بکرم بھی استعمال فرما لیا کرتے تھے۔ بلکہ ولائتی بسکٹوں کو بھی جائز فرماتے تھے ......۔ مکّی کی روٹی بہت مدّت آپ نے آخری عمر میں استعمال فرمائی ۔ کیونکہ آخری سات آٹھ سال سے آپ کو دستوں کی بیماری ہوگئی تھی اور ہضم کی طاقت کم ہوگئی تھی۔ علاوہ ان روٹیوں کے آپ شیر مال کو بھی پسند فرماتے تھے اور باقر خانی اور قلچہ وغیرہ غرض جو جو اقسام روٹی کے سامنے آجایا کرتے تھے آپ کسی کو ردّ نہ فرماتے تھے۔

سالن آپ بہت کم کھاتے تھے۔ گوشت آپ کے ہاں دو وقت پکتا تھا مگر دال آپ کو گوشت سے زیادہ پسند تھی۔ یہ دال ماش کی یا اوڑد ھ کی ہوتی تھی جس کے لئے گورداسپور کا ضلع مشہور ہے۔ سالن ہر قسم کا اور ترکاری عام طور پر ہر طرح کی آپ کے دستر خوان پر دیکھی گئی ہے اور گوشت بھی ہر حلال اور طیّب جانور کا آپ کھاتے تھے۔ پرندوں کا گوشت آپ کو مرغوب تھا اس لئے بعض اوقات جب طبیعت کمزور ہوتی تو تیتر، فاختہ وغیرہ کے لئے شیخ عبدالرحیم صاحب نو مسلم کو ایسا گوشت مہیا کرنے کو فرمایا کرتے تھے۔ مرغ اور بٹیروں کا گوشت بھی آپ کو پسند تھا ......حضورؑ کے سامنے دو ایک دفعہ گوہ کا گوشت پیش کیا گیا مگر آپؑ نے فرمایا کہ جائز ہے، جس کا جی چاہے کھا لے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ اس سے کراہت فرمائی اس لئے ہم کو بھی اس سے کراہت ہے۔ ......مرغ کا گوشت ہر طرح کا آپ کھا لیتے تھے۔ سالن ہو یا بھنا ہوا۔ کباب ہو یا پلاؤ۔ مگر اکثر ایک ران پر ہی گزارہ کر لیتے تھے۔ اور وہی آپ کو کافی ہوجاتی تھی بلکہ کبھی کچھ بچ بھی رہا کرتا تھا۔ پلاؤ بھی آپ کھاتے تھے مگر ہمیشہ نرم اور گداز اور گلے گلے ہوئے چاولوں کا اور میٹھے چاول تو کبھی خود کہہ کر پکوا لیا کرتے تھے مگر گُڑ کے۔ اور وہی آپ کو پسند تھے۔ عمدہ کھانے یعنی کباب، مرغ، پلاؤ یا انڈے اور اسی طرح فیرنی میٹھے چاول وغیرہ تب ہی آپ کہہ کر پکوایا کرتے تھے جب ضعف معلوم ہوتا تھا۔ جن دنوں میں تصنیف کا کام کم ہوتا یا صحت اچھی ہوتی ان دنوں میں معمولی کھانا ہی کھاتے تھے اور وہ بھی کبھی ایک وقت ہی صرف اور دوسرے وقت دودھ وغیرہ سے گذارہ کر لیتے۔ دودھ، بالائی، مکھن یہ اشیاء بلکہ بادام روغن تک صرف قوّت کے قیام اور ضعف کے دور کرنے کو استعمال فرماتے تھے اور ہمیشہ معمولی مقدار میں۔

دودھ کا استعمال آپ اکثر رکھتے تھے اور سوتے وقت تو ایک گلاس ضرور پیتے تھے اور دن کو بھی پچھلے دنوں میں زیادہ استعمال فرماتے تھے۔ کیونکہ یہ معمول ہو گیا تھا کہ اِدھر دودھ پیا اور اُدھر دست آ گیا اس لئے بہت ضعف ہوجاتا تھا۔ اس کے دُور کرنے کو دن میں تین چار مرتبہ تھوڑا تھوڑا دودھ طاقت قائم کرنے کو پی لیا کرتے تھے۔

دن کے کھانے کے وقت پانی کی جگہ گرمی میں آپ لسّی بھی پی لیا کرتے تھے اور برف موجود ہو تو اس کو بھی استعمال فرما لیتے تھے۔ ان چیزوں کے علاوہ شیرۂ بادام بھی گرمی کے موسم میں جس میں چند دانہ مغز بادام اور چند چھوٹی الائچیاں اور کچھ مصری پیس کر چھن کر پڑتے تھے، پیا کرتے تھے۔ اور اگرچہ معمولاً نہیں مگر کبھی کبھی رفع ضعف کے لئے آپ کچھ دن متواتر یخنی گوشت یا پاؤں کی پیا کرتے تھے۔ یہ یخنی بھی بہت بدمزہ چیز ہوتی تھی یعنی صرف گوشت کا ابلا ہوا رس ہوا کرتا تھا۔

میوہ جات آپ کو پسند تھے اور اکثر خدام بطور تحفہ کے لایا بھی کرتے تھے۔ گاہے بگاہے خود بھی منگواتے تھے۔ پسندیدہ میووں میں سے آپ کو انگور، بمبئی کا کیلا، ناگپوری سنگترے، سیب، سردے اور سرولی آم زیادہ پسند تھے۔ باقی میوے بھی گاہے ماہے جو آتے رہتے تھے کھا لیا کرتے تھے۔ گنّا بھی آپ کو پسند تھا۔

شہتوت بیدانہ کے موسم میں آپ بیدانہ اکثر اپنے باغ کی جنس سے منگوا کر کھاتے تھے اور کبھی کبھی ان دنوں سیر کے وقت باغ کی جانب تشریف لے جاتے اور مع سب رفیقوں کے اسی جگہ بیدانہ تڑوا کر سب کے ہمراہ ایک ٹوکرے میں نوش جان فرماتے اور خشک میووں میں سے صرف بادام کو ترجیح دیتے تھے۔

چائے آپ جاڑوں میں صبح کو اکثر مہمانوں کے لئے روزانہ بنواتے تھے اور خود بھی پی لیا کرتے تھے۔ مگر عادت نہ تھی۔ سبز چائے استعمال کرتے اور سیاہ کو ناپسند فرماتے تھے۔ اکثر دودھ والی میٹھی پیتے تھے۔

زمانہ موجودہ کے ایجادات مثلاً برف اور سوڈا لیمونیڈ جنجر وغیرہ بھی گرمی کے دنوں میں پی لیا کرتے تھے۔ بلکہ شدّت گرمی میں برف بھی امرتسر، لاہور سے خود منگوا لیا کرتے تھے۔

بازاری مٹھائیوں سے بھی آپ کو کسی قسم کا پرہیز نہ تھا نہ اس بات کی پرچول تھی کہ ہندو کی ساختہ ہے یا مسلمانوں کی۔ لوگوں کی نذرانہ کے طور پر آوردہ مٹھائیوں میں سے بھی کھا لیتے تھے اور خود بھی روپیہ دو روپیہ کی مٹھائی منگوا کر رکھا کرتے تھے۔ مٹھائی بچوں کے لئے ہوتی تھی کیونکہ وہ اکثر حضور ہی کے پاس چیزیں یا پیسہ مانگنے دوڑے آتے تھے۔ میٹھے بھرے ہوئے سموسے یا بیدانہ عام طور پر یہ دو ہی چیزیں آپ ان بچوں کے لئے منگوا رکھتے کیونکہ یہی

باقی صفحہ 4 پر ملاحظہ فرمائیں

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں
احمدیوں پر ہونے والے دردناک مظالم کی الم انگیز داستان

{2015ء میں سامنے آنے والے چند تکلیف دہ واقعات سے انتخاب}

(عبدالرحمان)

(قسط نمبر186)

قارئین الفضل کی خدمت میں 2015ء کے دوران پاکستان میں احمدیوں کی مخالفت کے متعدد واقعات میں سے بعض کا خلاصہ پیش ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو محض اپنے فضل سے اپنے حفظ وامان میں رکھے، اسیران کی جلد رہائی اور شریروں کی پکڑ کا سامان فرمائے۔ آمین

احمدی کتاب فروش گرفتار
8 سال قید اور جرمانہ کی سزا سنادی گئی

ربوہ، 02/دسمبر 2015ء: پاکستان کے صوبہ پنجاب کے انسداد دہشت گردی کے ڈیپارٹمنٹ (CTD) کے افسران نے ایلیٹ فورس کے اہلکاروں اور پولیس کے ہمراہ ربوہ شہر کے گولبازار میں واقع ایک بک شاپ پر چھاپہ مار کر دکان کے مالک عبدالشکور المعروف شکور بھائی اور ان کے ملازم مظہر عباس کو جو شیعہ مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہیں گرفتار کر کے نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا۔ حکومتی اہلکاروں نے بعض کتابیں، کچھ نقدی اور کچھ پرائز بانڈز بھی ضبط کر لیے۔ انہوں نے بک شاپ کے اندرون بیرون کی بہت سی تصاویر لیں۔ انہوں نے کچھ رسائل خرید کر ان کی رسید طلب کی، اس رسید پر دکان کی مہر لگوائی اور وہ مہر بھی اپنے ہمراہ لے گئے۔ غالبًا اس سے قبل وہ اتنے بے ضرر اور پُرامن ’دہشت گردی‘ کے ملزم سے کبھی نہیں ملے ہوں گے۔

ایک ماہ کے بعد انسداد دہشت گردی کی عدالت کے ایک جج راجہ پرویز اختر نے ایک مختصر ٹرائل کے بعد عبدالشکور کو انسداد دہشت گردی کی دفعہ 9/11-W کے تحت پانچ سال قید اور تعزیراتِ پاکستان دفعہ 298-C کے تحت تین سال قید اور چھ لاکھ روپے جرمانہ کی سزا سنادی۔

جن کتب کو ان لوگوں نے ضبط کیا ہے ان میں بعض قرآن کریم کے تراجم، تفسیر صغیر مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ، تذکرۃ المہدی (سوانح حیات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام)، روزنامہ الفضل کا خصوصی نمبر، ماہنامہ مصباح (احمدی خواتین کا رسالہ) و دیگر شامل ہیں۔

مذکورہ بالا کتب میں سے اکثر کی ترویج و تقسیم پر اگست 2015ء میں متحدہ علماء بورڈ کی سفارش پر حکومتِ پنجاب کی طرف سے جاری کیے جانے والے ایک حکمنامہ میں یکسر پابندی عائد کردی گئی تھی۔

اگر اس معاملہ پر درست طور پر تحقیق کروائی جائے تو یہ ثابت ہوگا کہ احمدیوں کی کوئی کتاب انسداد دہشتگردی کے لئے جاری کردہ شقوں کے تحت نہیں آتی بلکہ احمدیوں کی کتب پر پابندی لگایا جانا حکومتِ پاکستان کے اپنے قانون کی بعض شقوں کی خلاف ورزی میں احمدیوں کے بنیادی حقوق سے ان کو محروم کردینے کے مترادف ہے۔

عبدالشکور کی گرفتاری یقینی طور پر اس ڈیپارٹمنٹ (CTD) کے منشور اور نیشنل ایکشن پلان کی سفارشات کے سراسر خلاف ہے۔ احمدی تو یہ چاہتے ہیں کہ اگر کسی اعلیٰ سطح کی کمیٹی میں الفضل اور مصباح میں سے ’قابل اعتراض‘ مواد کا انصاف کے تقاضوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے بغور جائزہ لے کر انہیں بھی بتایا جائے کہ ان میں ایسا کیا لکھا ہے جس سے دہشتگردی کو کسی بھی طرح فروغ ملتا ہے۔ مزید برآں اس حقیقت سے بھی پردہ اٹھایا جائے کہ احمدیوں کی طرف سے شائع کیے جانے والے قرآنِ کریم کے تراجم کس طرح علماء بورڈ کی جانب سے پابندی کے تحت لائے جا سکتے ہیں۔

عبدالشکور ایک سینئر سیٹیزن ہیں۔ ان کی عمر ستّر سال سے زائد ہے۔ بک شاپ کے ساتھ ساتھ یہ آنکھوں کے چشموں کی فروخت کا کام بھی کرتے ہیں۔ یہ اپنی نفاست طبع اور نرم دلی کی وجہ سے بازار میں ایک خاص پہچان رکھتے ہیں۔ غیر احمدی گاہکوں میں بھی بہت مشہور ہیں۔ ربوہ کے گردونواح میں موجود دیہی علاقوں سے لوگ خاص طور پر ان کے پاس عینک بنوانے آتے ہیں اور اگر کوئی غریب ہو تو اس کو خاص رعایت پر یا بعض اوقات بالکل مفت عینک مہیا کر دی جاتی ہے۔

جہاں تک اس مقدمہ کے تفتیشی آفیسر کا تعلق ہے تو اس نے اپنے تفتیشی دائرے کو پھیلانے کی بہت کوشش کی اور ان کتب کے مصنفین کو بھی زیرِ الزام لانے کی کوشش کی جن میں سے بعض عرصہ دراز سے وفات یافتہ ہیں۔

حکومتِ پاکستان اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ وہ ’دہشتگردی کے خلاف جنگ‘ لڑ رہی ہے۔ شکور بھائی کی دکان پر مارے جانے والے اس چھاپہ میں انسداد دہشتگردی کے ادارہ کے کارندوں، ایلیٹ فورس، پولیس اہلکاروں نے مل کر اپنا وقت اور حکومت کا پیسہ خرچ کرتے ہوئے ایک انتہائی سادہ، شریف النفس اور سادہ لوح شہری کو گرفتار کیا۔ اور پھر پراسیکیوٹرز، مجسٹریٹس اور ججوں نے کئی ہفتے لگا کر انہیں سزا کا مستحق قرار دے دیا۔ اگر صوبائی یا وفاقی انتظامیہ دہشتگردی کے خلاف اقدامات کرنے میں سنجیدہ ہے اور نیشنل ایکشن پلان پر عملدرآمد کروانا چاہتی ہے تو انہیں شریف اور نافع الناس شہریوں کے بجائے حقیقی دہشتگردوں پر ہاتھ ڈالنا ہوگا۔

متعلقہ اداروں کو چاہیے کہ اچھی طرح تحقیق کریں اور ان کو تمام تر تحقیق کر لینے کے بعد اس بات کا یقین آ جائے گا کہ اگرچہ پاکستان کی حکومت اور شہریوں نے جماعت احمدیہ سے تعلق رکھنے والے افراد کو تکالیف پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی لیکن پھر بھی جماعت احمدیہ کی طرف سے کبھی بھی کوئی بھی ایسا کام نہیں کیا گیا جسے دہشتگردی قرار دیا جاسکتا ہو۔

مذہب کے نام پر
ایک بے گناہ ’احمدی مسلمان‘ کے متعلق
پاکستان کی اعلیٰ عدالت کی بے حسی!

لاہور: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ کو جو ماہنامہ انصاراللہ کے پرنٹر ہیں پولیس نے 30/ مارچ 2015ء کے روز لاہور میں عدالت کے احاطہ سے گرفتار کرلیا تھا۔ طاہر مہدی اپنے اوپر قائم کیے جانے والے ایک اور مقدمہ کے سلسلہ میں ضمانت قبل از گرفتاری حاصل کرنے کے لئے وہاں موجود تھے۔ طاہر مہدی انصاراللہ کے علاوہ دیگر کئی کتب و رسائل کے پرنٹر بھی ہیں۔

طاہر مہدی کو جس مقدمہ کے سلسلہ میں گرفتار کیا گیا وہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295-A اور امتناعِ قادیانیت آرڈیننس کی دفعہ 298-C کے تحت لگ بھگ ایک سال پہلے ان پر تھانہ ملّت ٹاؤن میں سراسر جھوٹے طور پر مُلّاں کے ایماء پر قائم کیا گیا تھا۔

یہ امر قابلِ غور ہے کہ ماہنامہ انصاراللہ کے جس شمارہ کو بنیاد بناتے ہوئے ایک مُلّاں نے ذاتی طور پر طاہر مہدی کے خلاف مقدمہ درج کروایا اس میں سے آج تک مدعیان، ججز اور وکلاء کوئی بھی ایسا قابلِ اعتراض مواد نہیں پیش کر سکے جس کو بنیاد بنا کر اتنا سخت مقدمہ قائم کیا جا سکتا ہو، یا جس سے قانون کی مخالفت ہوتی ہو، لیکن پھر بھی سپریم کورٹ نے طاہر مہدی کی ضمانت لینے سے انکار کردیا۔ وکیل استغاثہ نے اس مقدمہ میں طاہر مہدی کی ضمانت کے خلاف دلائل دیے جبکہ نوائے وقت لاہور کے 9/فروری 2013ء کے شمارہ میں شائع شدہ سپریم کورٹ کے احکامات کے مطابق حکومت کا کام اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ ہے نہ کہ ان کی پامالی۔

ذیل میں ہم طاہر مہدی کی گرفتاری سے اب تک کے واقعات کو خلاصۃً درج کیے دیتے ہیں:

30/ مارچ 2015ء: طاہر مہدی کو پولیس نے گرفتار کر کے ان کا تین روزہ ریمانڈ حاصل کیا۔ ریمانڈ کے بعد انہیں جیل/جوڈیشل کسٹڈی میں بھیج دیا گیا۔

8/ اپریل 2015ء: جج نے ان کی ضمانت کی درخواست کو پانچ روز تک سن کر اسے مسترد کر دیا۔

22/ اپریل 2015ء: سیشن کورٹ نے ان کی ضمانت کی درخواست کو مسترد کردیا۔

28/مئی 2015ء: لاہور ہائی کورٹ کے ایک جج نے اس کیس پر فیصلہ سنانے سے معذرت کرتے ہوئے اسے چیف جسٹس کی طرف بھجوادیا۔

16/ جون 2015ء: لاہور ہائی کورٹ نے 18/ جون کی تاریخ ڈال دی۔

22/جون 2015ء: اگلی تاریخ 6/جولائی کی دے دی گئی۔

13/ جولائی 2015ء: لاہور ہائی کورٹ کے ایک جج نے مقدمہ کی کارروائی سننے کے بعد اس بات کا اعلان کیا کہ وہ طاہر مہدی کی ضمانت لینا منظور کرتا ہے۔ لیکن جب تحریری فیصلہ پر دستخط کرنے کا موقع آیا تو اسی جج نے یہ کہتے ہوئے دستخط کرنے سے انکار کردیا کہ وہ 15/جولائی کے روز اس مقدمہ پر مزید سماعت کرنا چاہتا ہے۔

15/جولائی 2015ء: مذکورہ بالا جج نے اس مقدمہ کو چیف جسٹس کو بھجواتے ہوئے یہ تجاویز بھی دیں کہ ضمانت کی اس درخواست کو دو رکنی بنچ سنے۔

اس پر چیف جسٹس منظر احمد ملک نے جسٹس مظہر اقبال سندھو اور جسٹس شاہرام سرور چوہدری کو اس درخواست کی سماعت کرنے کے لئے احکامات جاری کیے۔

6/ اگست 2015ء: ججز کے دو رکنی بنچ نے طاہر مہدی کی درخواست برائے ضمانت کو مسترد کرتے ہوئے اس مقدمہ میں انسدادِ دہشتگردی کی دفعہ 8-W کو بھی لگاتے ہوئے اس مقدمہ کو انسداد دہشتگردی کی عدالت میں بھجوادیا۔

8/دسمبر 2015ء: سپریم کورٹ کے دو رکنی بنچ نے طاہر مہدی کی درخواست برائے ضمانت مسترد کردی۔

30/ دسمبر 2015ء: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ پرنٹر روزنامہ الفضل، ماہنامہ انصاراللہ و دیگر رسائل محض احمدی ہونے کی وجہ سے اپنے اوپر قائم کیے جانے والے جھوٹے مقدمہ کی پاداش میں سزا بھگت رہے ہیں۔

احمدیوں کے ساتھ عام طور پر پاکستان کی عدالتوں میں ایسا ہی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ اوّلاً انہیں مذہبی بنیادوں پر جھوٹے کیسوں میں پھنسایا جاتا ہے اور اس کے بعد مقدمات کا فیصلہ آنے تک ضمانت حاصل کرنا بھی از حد مشکل ہوتا ہے۔ ایک طرف حکومت ’اظہارِ رائے کی آزادی‘ کی علمبردار نظر آتی ہے تو دوسری جانب ایک احمدی پرنٹر کو انصاف کے تمام تقاضے بالائے طاق رکھتے ہوئے قیدوبند کی صعوبتوں میں مبتلا رکھا جارہا ہے۔

انتظامیہ کی دیہاتی احمدیوں سے زیادتی

ذیل میں درج کیے جانے والے تین واقعات 2015ء کے دوران پیش آئے لیکن بعض وجوہات کی بنا پر انہیں شامل نہیں کیا جاسکا۔ ریکارڈ کی غرض سے یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

حکومتِ پنجاب نے 2015ء میں حساس جگہوں کی حفاظت کے ایک ایکٹ کا اجراء کیا جو کہ ایک خوش آئند بات تھی۔ مقامی پولیس نے احمدیوں کو اس ایکٹ کے تحت اپنی مساجد میں حفاظتی انتظامات مکمل کر لینے کی ہدایات جاری کیں۔ یہاں تک تو بالکل ٹھیک! لیکن پاکستان میں دیہاتی آبادیوں کے حالات کو مدِنظر رکھتے ہوئے انتظامیہ کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ سی سی ٹی وی کیمرا سسٹم نصب کروانے، چار دیواری تعمیر کرنے، روکیں قائم کرنے اور مورچے بنانے میں جو رقم اور دیگر امور درکار ہوتے ہیں انہیں مہیا کرنے میں کچھ وقت لگتا ہے۔ لیکن ادھر پولیس نے احکامات جاری کیے اور ساتھ ہی احمدیہ مساجد کی انسپکشن کر کے متعلقہ آلات نصب نہ پاتے ہوئے ذمہ دار احمدیوں کے خلاف مقدمات درج کر دیے۔ ان احکامات کو ایک بٹن دبا کر تو پورا نہیں کیا جاسکتا تھا۔

چک نمبر 427-TDA، ضلع لیّہ: پولیس نے 26/ اپریل کو احمدیوں کو یہ ہدایات جاری کیں کہ وہ اپنی مسجد کے اردگرد چار دیواری تعمیر کریں۔ اگلے ہی روز 27/اپریل کو پولیس نے بشیر احمد کو بلوا کر مسجد کے گرد چار دیواری نہ قائم کرنے کے جرم میں گرفتار کر کے مقدمہ درج کرلیا۔

چک نمبر 170-TDA، ضلع لیّہ: مذکورہ بالا واقعہ سے ملتا جلتا واقعہ یہاں بھی ہوا۔ پولیس نے یہاں کے رہائشی احمدی طارق احمد کی ملکیتی ایک پراپرٹی پر بغیر کسی اطلاع کے چھاپہ مارا۔ طارق احمد اپنے خاندان کے ساتھ یہاں نماز ادا کیا کرتے تھے۔ اگرچہ انہیں اس سے قبل اس جگہ کی حفاظت کے لئے کوئی بھی احکامات یا ہدایات موصول نہ ہوئی تھیں اور طارق اس وقت وہاں موجود بھی نہ تھے لیکن پھر بھی ان کے خلاف مقدمہ درج کر دیا گیا۔

طارق نے انتہائی پریشانی کے عالم میں فوری طور پر عدالت میں حاضر ہو کر ضمانت قبل از گرفتاری حاصل کی۔

مذکورہ بالا دونوں واقعات حکومتی انتظامیہ کی جانب سے ’تشدّد‘ کے سوا اور کیا کہلا سکتے ہیں! ایسی پولیس گردی کے واقعات کی بلا استثناء مذمّت کے ساتھ ساتھ ان کی روک تھام ہونی چاہیے۔

جوئیہ، گوٹھ احمدیہ ضلع خوشاب: 28/ مارچ کے روز منور دین کو احمدیہ مسجد کی حفاظت کے لئے 9 اقدامات کرنے کے لئے کہا گیا۔ اور چار روز بعد 2/اپریل کو ان کے خلاف عدمِ تعاون پر مقدمہ درج کرلیا گیا!

(باقی آئندہ)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی دو عظیم الشان کتب 'نسیم دعوت' اور 'سناتن دھرم' کا پس منظر

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 9 ستمبر 2011ء میں مکرم عبدالسمیع خان صاحب کے قلم سے رقم کردہ ایک مضمون میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی دو عظیم الشان کتب کا ایمان افروز پس منظر بیان کیا گیا ہے۔

ابتداء 1903ء میں قادیان کے بعض نواحمدیوں نے ''آریہ سماج اور قادیان کا مقابلہ'' کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا جس میں نہایت تہذیب، متانت اور شائستگی سے آریوں، ہندوؤں اور سکھ اصحاب کو مدعو کیا گیا کہ وہ دعا اور مباہلہ یا ایک مذہبی کانفرنس کے ذریعہ سے اپنے اپنے مذہب کی صداقت کا اظہار کریں۔ یہ اشتہار حضرت مسیح موعودؑ کے ایماء سے شائع نہیں ہوا تھا بلکہ خود قادیان کے نواحمدی احباب نے محض ہمدردی اور خیرخواہی کی بنا پر اپنی قوم پر اتمام حجّت کے لئے دیا تھا۔ اور یہ خیال بھی نہیں آسکتا تھا کہ اس سے آریہ سماج کی طرف سے کوئی اشتعال انگیز محاذ قائم کرلیا جائے گا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو 8؍فروری 1903ء کو الہام ہوا: حَـرْبٌ مُهَيَّجَـة (جوش سے بھری ہوئی جنگ)۔ تفہیم یہ ہوئی کہ آریہ سماج کو جو اشتہار نَو احمدیوں نے دیا ہے اس سے جوش میں آکر وہ لوگ کچھ گندی گالیاں دیں گے۔

چنانچہ یہ پیشگوئی اسی شام کو پوری ہوگئی جب آریہ سماج کا ایک اشتہار نہایت گندہ اور گالیوں سے بھرا ہوا پہنچا جس پر 7؍فروری کی تاریخ درج تھی۔ اس کا عنوان تھا ''قادیانی پوپ کے چیلوں کی ایک ڈینگ کا جواب''۔ اس کے بعد آریہ سماج لاہور کے ایک انگریزی اخبار میں بھی اسی طرز کی تحریر چھپی اور ایک اشتہار طوطی رام نام کی طرف سے شائع ہوا۔ ان سب اشتہارات میں درد بھری دعوت کا جواب گالیوں سے دیا گیا تھا۔ خصوصاً پہلے اشتہار میں ہمارے سید و مولیٰ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت، حضرت اقدسؑ کی نسبت اور آپؑ کی معزز جماعت کی نسبت سخت الفاظ اور گالیاں دی گئی تھیں۔

آریہ سماج نے 28 فروری و یکم مارچ 1903ء کو قادیان میں ایک سالانہ جلسہ منعقد کرنے کا بھی فیصلہ کیا۔

حضورؑ کا دل تو یہی چاہتا تھا کہ ایسے لوگوں کو مخاطب نہ کیا جائے مگر وحیٔ خاص سے آپ کو اس کے جواب کا حکم دیا گیا جس پر حضورؑ نے رسالہ ''نسیم دعوت'' تصنیف فرمایا۔ اور فرمایا کہ: ''خداتعالیٰ نے اپنی وحی خاص سے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ اس تحریر کا جواب لکھ اور میں جواب دینے میں تیرے ساتھ ہوں۔ تب مجھے اس مبشر وحی سے بہت خوشی پہنچی کہ جواب دینے میں مَیں اکیلا نہیں۔ سومَیں اپنے خدا سے قوت پاکر اٹھا اور اس کی روح کی تائید سے میں نے اس رسالہ کو لکھا۔''

یہ کتاب 28 فروری 1903ء کو ایک ہفتہ کے اندر تصنیف و طبع ہوکر عین اس وقت شائع ہوئی جبکہ قادیان میں آریہ سماج کا سالانہ جلسہ منعقد ہو رہا تھا۔ یہ کتاب جب پنڈت رام بھجدت صاحب پریذیڈنٹ آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب کے پاس پہنچی تو اسی جلسہ میں اپنی آخری تقریر میں حضورؑ کا ذکر کرکے انہوں نے کہا کہ اگر وہ مجھ سے اس بارے میں گفتگو کرتے تو جو کچھ نیوگ کرانے کے فائدے ہیں سب ان کے سامنے بیان کرتا۔

حضرت اقدسؑ کو جب ایک ذمہ دار آریہ سماجی لیڈر کی نیوگ جیسے مسئلہ کے بارہ میں یہ رائے پہنچی تو حضورؑ نے ''سناتن دھرم'' کے نام سے 8 مارچ 1903ء کو ایک اَور مختصر رسالہ شائع فرمایا جو ''نسیم دعوت'' کا تتمّہ کہنا چاہئے۔

چند ماہ بعد ان دونوں کتب کا انگریزی ترجمہ بھی شائع کیا گیا اور ان کی متعدد کاپیاں مفت تقسیم کی گئیں۔

حضرت اقدس نے نسیم دعوت کے سرورق پر لکھوایا: وہ خدا جس نے تمام روحیں اور ذرّہ ذرّہ عالم علوی اور سفلی کا پیدا کیا اسی نے اپنے فضل و کرم سے اس رسالہ کے مضمون ہمارے دل میں پیدا کئے اور اس کا نام ہے ''نسیم دعوت''۔

پھر اشعار لکھے۔

نام اس کا نسیمِ دعوت ہے
آریوں کے لئے یہ رحمت ہے
دل بیمار کا یہ درمان ہے
طالبوں کا یہ یار خلوت ہے
کفر کے زہر کو یہ ہے تریاق
ہر ورق اس کا جام صحت ہے
غور کرکے اسے پڑھو پیارو
یہ خدا کے لئے نصیحت ہے

''نسیم دعوت'' کی تصنیف و اشاعت کے ایام میں حضرت حکیم اللہ بخش صاحب بے ہالی ضلع گورداسپور کو قادیان جانے اور حضرت مسیح موعود کی پُردرد کیفیات دیکھنے کا موقع ملا۔ آپؓ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں اپنے گاؤں میں تھا کہ کسی نے آکر بتایا کہ قادیان میں آریوں کا بہت بڑا جلسہ ہے۔ ہم جو قادیان جانے کے بہانے ہی تلاش کیا کرتے تھے، یہ پتہ لگنے پر حضرت منشی جھنڈے خاں صاحب اور دین محمد صاحب اور مَیں قادیان کے لئے چل پڑے۔ ابھی ہم قادیان سے ایک میل کے فاصلہ پر تھے کہ چند آریہ آپس میں باتیں کرتے ہماری طرف آئے۔ ان کا باتیں کرنے کا انداز ایسا تھا کہ ہم بھی بخوبی سن سکیں۔ وہ یہ کہتے آرہے تھے کہ قادیان والے مرزے کو شکست ہوگئی اور وہ مقابلہ سے بھاگ گیا۔ وغیرہ۔ ہم بہت حیران ہوئے کہ خداتعالیٰ کا مامور جو دنیا بھر میں دین کی عظمت و برتری ثابت کرنے کا باعث ہے اور جس کے دلائل کے مقابلہ میں باوجود چیلنج پر چیلنج کرنے کے کوئی عیسائی یا ہندو وغیرہ نہ آسکا، اُس جری اللہ کے متعلق ایسی باتیں!۔

جوں توں کرکے قادیان پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضورؑ نے احباب کو جلسہ میں شامل ہونے سے منع فرمایا ہے۔ چند آریہ حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑے اصرار سے حضورؑ کو اپنے جلسہ میں شامل ہونے کی دعوت دینے لگے۔ ان کے ہرقسم کے اصرار و تکرار کے باوجود حضورؑ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں اس جلسہ میں فساد کا اندیشہ ہے اس لئے ہم وہاں نہیں جانا چاہتے۔ یہ سن کر آریہ کہنے لگے کہ ہم تو فسادی نہیں ہیں۔ فسادی تو سکھ اور مسلمان ہیں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ تمہاری اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری نیت ٹھیک نہیں ہے، ہمارے گھر میں ہمارے منہ پر ہمیں فسادی کہہ رہے ہو۔ اگر ہم وہاں جائیں اور ایسی باتیں سن کر خاموش رہیں تو گویا اپنے فسادی ہونے کا اقرار کریں اور اگر کسی کو غصہ آجائے تو بھی نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔

آریوں کے اعتراضات کے جواب میں حضورؑ نے نسیم دعوت کتاب لکھی جو اُسی رات چھپ کر تیار ہوگئی۔ اگلے روز حضورؑ صحابہ کے ہمراہ بسراواں کی طرف سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ رستہ میں ایک جوہڑ میں قریباً ایک سو آریہ بیٹھے ہوئے تھے۔ جونہی آپ اس جگہ کے نزدیک پہنچے وہ اچانک باہر نکل آئے اور پھر اسی طرح اصرار کرنے لگے کہ اب تو آپ نزدیک آئے ہوئے ہیں چند منٹ کے لئے چل کر ہمیں درشن دے آئیں ہم تو آپ کے درشنوں کے بھوکے ہیں۔ حضورؑ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر درشن کرنا ہی مقصد تھا تو درشن تو ہوگئے ہیں۔ یہ فرما کر حضورؑ اپنے رستہ پر ہوئے اور حضرت عرفانی صاحب کو فرمایا کہ ان کو ایک کتاب دے دی جائے اور فرمایا کہ تم لوگ کہا کرتے ہو کہ مَیں نے اپنی کتابوں میں بہت گالیاں دی ہیں۔ اس کو دیکھو اور بتاؤ کہ میں نے کونسا سخت لفظ استعمال کیا ہے۔

حضرت حکیم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ قادیان سے واپسی کے وقت حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دست مبارک سے خاکسار کو بھی ایک نسخہ کتاب ''نسیم دعوت'' کا عطا فرمایا تھا اور مَیں نے بڑے شوق سے رستہ میں ہی اسے پڑھ لیا تھا۔ مَیں قادیان سے گجو غازیاں (جہاں میرے سسرال تھے) گیا لیکن مجھے اس بات کی وجہ سے بڑی کوفت ہو رہی تھی کہ حضورؑ باوجود مخالفوں کے شدید اصرار کے اُن کے جلسہ میں تشریف نہیں لے گئے اور اب ہمیں مخالفوں کے طعنے اور سخت باتیں سننی پڑیں گی۔ مذکورہ گاؤں میں روڑے شاہ نامی ایک فقیر کا تکیہ تھا مَیں نے وہاں پر نماز ادا کی اور بعد میں فقیر مذکور سے بعض اختلافی مسائل پر گفتگو شروع کردی۔ ابھی ہم گفتگو کر ہی رہے تھے کہ دو معزز سکھ بھی وہاں آگئے۔ جس پر فقیر مذکور نے بات چیت ختم کردی۔ مَیں نے جب اسے مزید گفتگو کرنے کے لئے کہا تو اس نے جواب دیا کہ ہمارا اختلاف تو ہماری گھر کی بات ہے اب یہ غیر آگئے ہیں ان کے سامنے ایسی باتیں مفید نہیں ہیں اس لئے میں خاموش ہوگیا ہوں۔ لیکن اُن سکھوں نے بڑے شوق کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہم کو تو خود بھی مذہبی باتیں سننے کا بہت شوق ہے، آپ اپنی باتیں جاری رکھیں۔ پھر حضرت مسیح موعودؑ کے ذکر مبارک پر وہ سکھ کہنے لگے کہ ہم تو مرزا صاحب کو بہت برگزیدہ اور خدا کی طرف سے سمجھتے ہیں اور پھر خود ہی بتایا کہ ہم ایک دن بٹالہ جارہے تھے۔ رستہ میں دبانی نامی گاؤں آتا ہے وہاں سایہ اور پانی تھا۔ ہم کچھ سستانے کے لئے رُک گئے۔ وہاں کچھ ہندو بھی بیٹھے ہوئے تھے اور وہ آپس میں یہ باتیں کررہے تھے کہ قادیان والا مرزا ہمارا بہت بڑا دشمن ہے۔ ہمیشہ ہمارے دھرم کے خلاف لکھتا رہتا ہے۔ اب ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ قادیان جاکر جلسہ کریں گے جس میں اس کو جھوٹا جھوٹا کہہ کر غیرت دلاتے ہوئے اپنے ہاں آنے پر مجبور کریں گے اور پھر اپنے مذہب کے سب سے بڑے دشمن کو قتل کردیں گے وغیرہ۔ یہ پختت و پز کرکے ہندو قادیان کی طرف چلے گئے اور ہمیں یہ فکر ہی رہا کہ قادیان کے ایک معزز آدمی کے متعلق ان کے ارادے بہت برے ہیں اور پھر ہمارے کان ادھر ہی لگے رہے اور جب ہم کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت مرزا صاحب ان کی تمام کوششوں اور حیلہ سازیوں کے باوجود ان کے جلسہ میں تشریف نہیں لے گئے تو ہم کو بہت خوشی ہوئی اور یہ بھی یقین ہوگیا کہ یہ شخص خدا کی طرف سے ہے اور اُسی نے ان کی حفاظت کی ہے۔ ان سکھوں سے یہ بات سن کر تو میری کوفت مسرّت میں تبدیل ہوگئی اور میرے ایمان وایقان میں اَور اضافہ ہوا۔

حضرت مولوی غلام رسول صاحبؓ فرماتے ہیں: جبکہ ''نسیم دعوت'' چھپ رہی تھی تو حضرت مسیح موعودؑ نے اس کتاب کی تعریف کی۔ میری طبیعت للچائی کہ کتاب مجھ کو بھی ملے اور قیمت میرے پاس نہیں تھی۔ جب آپؑ جانے لگے تو مَیں نے حضورؑ سے عرض کی کہ حضور! مجھے بھی ایک کتاب ''نسیم دعوت'' دی جائے۔ آپؑ نے بہت شفقت سے خلیفہ رجب الدین صاحب سے فرمایا کہ اس لڑکے کو کتاب دلا دیں۔ اور صبح ہوتے ہی مجھے کتاب مل گئی۔

حضرت حافظ احمدالدین صاحبؓ

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 24 ستمبر 2011ء میں حضرت حافظ احمدالدین صاحب کا مختصر ذکرخیر کیا گیا ہے۔

آپ کے والد حافظ فضل الدین صاحب چک سکندر ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ آپ نے 24 ستمبر 1892ء کو بیعت کی توفیق پائی۔ رجسٹر بیعت اولیٰ میں آپ کی بیعت کا اندراج 355 نمبر پر موجود ہے جہاں آپ کا پیشہ زمینداری لکھا ہے۔ جبکہ تین صد تیرہ کبار صحابہ کی فہرست میں آپؓ کا نام 202 نمبر پر درج ہے۔ آپؓ نے 1911ء میں وفات پائی۔

حضرت حافظ صاحبؓ کی ایک بیٹی حضرت حافظہ زینب بیگم صاحبہ (زوجہ حضرت حافظ مولوی فضل الدین صاحب آف کھاریاں یکے از 313) نہایت مخلص اور پارسا خاتون تھیں، لجنہ اماء اللہ کھاریاں کی پہلی اور تاوفات صدر رہیں۔ 1948ء میں انہوں نے وفات پائی۔

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 12 اکتوبر 2011ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ سے مکرم رشید قیصرانی صاحب کی ایک طویل نظم ''وصل حبیبؑ'' شائع ہوئی ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

تپتے ہوئے صحرا میں کبھی صحن چمن میں
ڈھونڈا ہے تجھے ہم نے کبھی کوہ و دمن میں
تنہائی شب میں کبھی غوغائے سحر میں
دیکھی ہے تری راہ ہر اک راہ گزر میں
ہر درد کا اپنے پہ ہی الزام لیا ہے
ہر لطف ترے نام سے منسوب کیا ہے
اب چاکِ جگر روزِ ازل تک نہ سلیں گے
اب تجھ سے ترے چاہنے والے نہ ملیں گے
ساقی کا وہ اندازِ قدیمانہ نہیں ہے
مَے خانہ تو ہے گردشِ پیمانہ نہیں ہے
ہاتھوں میں علَم تیری محبت کا سنبھالے
پہنچے ہیں ترے پاس ترے چاہنے والے
دیوانوں نے پردہ ترے جلووں سے ہٹایا
دیدار کا مژدہ تھا سرِ عام سنایا
اونچا کیا اللہ نے ترے بام کا پرچم
لہرایا زمانے میں ترے نام کا پرچم
جس شہر میں ہم چاک گریبان گئے ہیں
اس شہر میں سب نام ترا جان گئے ہیں

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

March 18, 2016 – March 24, 2016

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8877 5529 or +44 20 8877 5530

Friday March 18, 2016

00:00	World News
00:20	Tilawat: Surah Faatir, verses 28-37 with Urdu translation.
00:35	Dars Majmooa Ishteharaat
00:55	Yassarnal Quran: Lesson no. 69.
01:25	Mulaqa'at With Students
02:40	Spanish Service
03:10	Pushto Muzakarah
03:20	Tarjamatul Qur'an Class: Surah Al-Imran, verses 1-21 by Khalifatul-Masih IV (ra) in Urdu. Class no. 34. Recorded on January 11, 1995.
04:25	Ilmul Abdaan
04:50	Liqa Maal Arab: Session no. 20.
06:00	Tilawat: Surah As-Saaffaat, verses 24-50 with Urdu translation.
06:15	Dars-e-Hadith
06:30	Yassarnal Quran: Lesson no. 70.
06:45	Reception Of Noor Mosque: Recorded on December 19, 2009.
07:15	In His Own Words
07:50	Life Of The Promised Messiah (as)
08:20	Rah-e-Huda: Recorded on March 12, 2016.
09:55	Indonesian Service
11:00	Deeni-O-Fiqahi Masail: Programme no. 88.
11:35	Tilawat: Surah Al-Mujaadalah, verses 12-23.
11:45	Seerat-un-Nabi: A discussion about the life of the Holy Prophet Muhammad (saw).
12:30	Live Transmission From Baitul Futuh
13:00	Live Friday Sermon
14:00	Live Transmission From Baitul Futuh
14:35	Shotter Shondhane: Rec. January 28, 2016.
15:40	Life Of The Promised Messiah (as) [R]
16:20	Friday Sermon [R]
17:35	Yassarnal Qur'an
18:00	World News
18:30	Reception Of Noor Mosque [R]
19:00	In His Own Words [R]
19:35	Attractions Of Canada
20:20	Deeni-o-Fiqahi Masail [R]
21:00	Friday Sermon [R]
22:20	Rah-e-Huda [R]

Saturday March 19, 2016

00:00	World News
00:20	Tilawat
00:35	Yassarnal Quran
00:55	Reception Of Noor Mosque
01:25	Seerat-un-Nabi: The life and character of the Holy Prophet Muhammad (saw).
02:10	Friday Sermon: Recorded on March 18, 2016.
03:20	Rah-e-Huda: Recorded on March 19, 2016.
04:50	Liqa Maal Arab: Session no. 21.
06:00	Tilawat: Surah As-Saaffaat, verses 51-75 with Urdu translation.
06:10	In His Own Words
06:40	Al-Tarteel: Lesson no. 27.
07:05	Jalsa Salana Canada Address: Rec. May 19, 2013
08:05	International Jama'at News
08:35	Story Time: Programme no. 29.
09:05	Question & Answer Session: Rec. May 24, 1997.
10:05	Indonesian Service
11:10	Friday Sermon [R]
12:25	Tilawat: Surah Al-Hashr, verses 1-10.
12:35	Al-Tarteel [R]
13:00	Live Intikhab-e-Sukhan
14:00	Shotter Shondane: Rec. on January 29, 2016.
15:05	Maidane Amal Ki Kahani
16:00	Live Rah-e-Huda
17:35	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:25	Jalsa Salana Canada Address [R]
19:30	Faith Matters: Programme no. 184.
20:30	International Jama'at News
21:00	Rah-e-Huda [R]
22:30	Story Time [R]
23:00	Friday Sermon [R]

Sunday March 20, 2016

00:15	World News
00:30	Tilawat
00:40	In His Own Words
01:10	Al-Tarteel
01:35	Jalsa Salana Canada Address
02:55	Friday Sermon: Recorded on March 18, 2016.
04:05	The Bigger Picture: Recorded on March 15, 2016.
04:50	Liqa Maal Arab: Session no. 22.
06:00	Tilawat: Surah As-Saaffaat, verses 76-105 with Urdu translation.
06:15	Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
06:35	Yassarnal Quran: Lesson no. 7.
06:50	Gulshan-e-Waqf-e-Nau Nasirat & Lajna Class: Recorded on March 30, 2013.
07:50	Faith Matters: Programme no. 184.
08:50	Question And Answer Session: Recorded on January 29, 1995.
10:00	Indonesian Service
11:05	Friday Sermon: Spanish Translation of Friday sermon delivered on November 28, 2014.
12:05	Tilawat: Surah Al-Hashr, verses 11-25.
12:15	Aao Husne Yaar Ki Batein Karein [R]
12:35	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 70.
12:55	Friday Sermon: Recorded on March 18, 2016.
14:00	Shotter Shondhane: Rec. January 29, 2016.
15:00	Gulshan-e-Waqf-e-Nau Nasirat & Lajna Class [R]
16:00	Live Press Point
17:05	Kids Time: Programme no. 31.
17:40	Yassarnal Quran [R]
18:00	World News
18:20	Gulshan-e-Waqf-e-Nau Nasirat & Lajna Class [R]
19:20	Beacon Of Truth: Rec. December 13, 2015.
20:25	Ashab-e-Ahmad
21:00	Press Point [R]
22:05	Friday Sermon [R]
23:15	Question And Answer Session [R]

Monday March 21, 2016

00:20	World News
00:35	Tilawat
00:55	Aao Husne Yaar Ki Baatain Karein: Prog. no. 22.
01:15	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 70.
01:30	Gulshan-e-Waqf-e-Nau Nasirat & Lajna Class
02:30	Ashab-e-Ahmad
03:05	Friday Sermon: Recorded on March 18, 2016.
04:20	Ar-Rahman: Discussing the meanings and importance of the attributes of Allah.
04:55	Liqa Maal Arab: Session 23.
06:00	Tilawat: Surah As-Saaffaat, verses 106-136.
06:15	Dars-e-Hadith
06:30	Al-Tarteel: Lesson no. 27.
07:00	Peace Conference Address: Rec. March 20, 2010.
08:05	International Jama'at News
08:35	Marhum-e-Isa: An Urdu discussion about the ointment that was applied to Hazrat Jesus (as) to heal the wounds after his crucifixion.
09:10	Rencontre Avec Les Francophones: Recorded on July 13, 1997.
10:10	Friday Sermon: Indonesian translation of Friday Sermon delivered on October 23, 2015
11:15	Jalsa Salana Qadian Speech: Recorded on December 26, 2015.
12:00	Tilawat: Surah Al-Ahzaab, verses 16-31.
12:15	Dars-e-Malfoozat [R]
12:30	Al-Tarteel [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on April 30, 2010.
14:10	Bangla Shomprochar
15:15	Jalsa Salana Qadian Speech [R]
16:00	Rahe-e-Huda: Recorded on March 19, 2016.
17:30	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:20	Peace Conference Address [R]
19:30	Somali Service
20:10	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood: An Urdu discussion on the life and character of the Promised Messiah (as).
20:30	Rah-e-Huda [R]
22:05	Friday Sermon [R]
23:15	Jalsa Salana Qadian Speech [R]

Tuesday March 22, 2016

00:00	World News
00:20	Tilawat & Dars-e-Hadith
00:35	Al-Tarteel
01:05	Peace Conference Address
03:05	Friday Sermon
04:20	Rights Of Women In Islam
04:50	Liqa Maal Arab: Session no. 24.
06:00	Tilawat: Surah As-Saaffaat, verses 137-163 with Urdu translation.
06:15	Dars Majmooa Ishtehara'at
06:30	Yassarnal Quran: Lesson no. 71.
07:00	Gulshan-e-Waqfe Nau Nasirat & Lajna Class: Recorded on March 30, 2013.
08:00	Open Forum
08:30	Aao Urdu Seekhain: Programme no. 18.
09:00	Question And Answer Session: Recorded on January 29, 1995.
10:05	Indonesian Service
11:00	Friday Sermon: Sindhi translation of Friday sermon delivered on March 18, 2016.
12:05	Tilawat: Surah As-Saff, verses 1-15.
12:15	In His Own Words
12:40	Yassarnal Quran [R]
13:00	Faith Matters: Programme no. 184.
14:00	Shotter Shondane: Rec. January 30, 2016.
14:55	Spanish Service: Programme no. 05.
15:30	Open Forum
16:00	Life Of The Promised Messiah (as)
16:35	Aadab-e-Zindagi
17:30	Yassarnal Quran [R]
18:00	World News
18:30	Gulshan-e-Waqfe Nau Nasirat & Lajna Class [R]
19:30	Friday Sermon: Arabic translation of Friday sermon delivered on March 18, 2016.
20:30	Live The Bigger Picture
21:30	Aao Urdu Seekhain
21:45	Faith Matters: Programme no, 184.
22:40	Question And Answer Session [R]

Wednesday March 23, 2016

00:00	World News
00:15	Tilawat
00:25	Dars Majmooa Ishtihirat
00:40	Yassarnal Quran
00:55	Gulshan-e-Waqfe Nau Nasirat & Lajna Class
01:50	Life Of Promised Messiah (as)
02:25	Aadab-e-Zindagi
03:10	Story Time
04:00	Noor-e-Mustafwi: The life and character of the Holy Prophet Muhammad (saw).
04:25	Australian Service
04:50	Liqa Maal Arab: Session no. 25.
06:00	Tilawat: Surah Al-Jumu'ah, verses 1-12 with Urdu translation.
06:15	Dars-e-Hadith
06:30	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood: An Urdu discussion about the life of the Promised Messiah (as).
07:00	Jalsa Germany Address: Rec. June 29, 2013.
07:50	Islam Ahmadiyyat Revival Of Faith
09:00	Waqt Tha Waqtey Masiha: An Urdu discussion about the advent of the Promised Messiah (as).
10:00	Indonesian Service
11:00	Friday Sermon: Swahili translation of Friday sermon delivered on March 18, 2016.
12:05	Tilawat: Surah Ar-Ra'd, verses 8-16.
12:15	Love For The Promised Messiah (as)
13:00	Friday Sermon: Recorded on April 23, 2010.
14:00	Live Bangla Shomprochar
15:10	Yaume Masih-e-Ma'ood (as): An Urdu discussion on the life and character of the Promised Messiah (as).
15:45	Childhood Of Masih-e-Ma'ood
16:15	Waqt Tha Waqtey Masiha [R]
17:00	Live Arabic Qaseeda Competition
18:35	World News
18:50	Jalsa Salana Germany Address [R]
20:00	Live Promised Messiah (as) Day
21:05	Arabic Qaseeda Competition [R]
22:40	Childhood Of Masih-e-Ma'ood [R]
23:05	Waqt Tha Waqtey Masiha [R]

Thursday March 24, 2016

00:00	World News
00:20	Tilawat
00:30	Dars-e-Hadith
00:45	Defender Of Faith: About 'Braheen-e-Ahmadiyya' by the Promised Messiah (as) and the period before Allah revealed he (as) was the Imam Mahdi.
01:15	Jalsa Salana Germany Address [R]
02:05	Promised Messiah (as) Day [R]
03:05	Islam Ahmadiyyat Revival Of Faith [R]
04:10	Waqtey Masiha: Promised Messiah (as)'s love for Allah.
04:30	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood [R]
04:55	Liqa Maal Arab
06:05	Tilawat & Dars Majmooa Ishteharaat
06:40	Yassarnal Quran: Lesson no. 71.
07:00	National Peace Symposium: Rec. March 19, 2016
08:25	In His Own Words
08:55	Tarjamatul Quran Class
10:00	Indonesian Service
11:00	Japanese Service
11:15	Ilmul Abdaan
11:50	Tilawat
12:00	Dars Majmooa Ishteharaat [R]
12:20	Yassarnal Quran [R]
12:50	Beacon Of Truth: Rec. December 20, 2015.
13:55	Friday Sermon: Recorded on March 18, 2016.
15:00	Such To Ye Hai
15:30	Persian Service: Programme no. 44.
15:55	Tarjamatul Quran Class [R]
17:00	Live Arabic Qaseeda Competition
18:30	World News
18:55	National Peace Symposium [R]
20:30	Live German Service
21:35	Tarjamatul Quran Class [R]
22:45	Beacon Of Truth [R]

Please note MTA2 will be showing French service at 16:00 & German service at 17:00 (GMT).

Al Fazl International Weekly, London

TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 23 | Friday 18 March , 2016 | Issue No. 12

جماعت احمدیہ کینیا کے 50 ویں جلسہ سالانہ کا بابرکت انعقاد

☆......باجماعت نمازتہجد۔☆......مختلف موضوعات پر علمی وتربیتی تقاریر۔☆......کینیا کے سب سے زیادہ شائع ہونے والے اخبار میں کوریج۔☆......”محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں“ ہی وہ اصول ہے جس کو اپنا کر لوگوں کے دل جیتے جا سکتے ہیں۔

(مکرم G. Narayan Swamy صاحب)

(رپورٹ: محمد افضل ظفر۔ مبلغ سلسلہ ایلڈوریٹ ریجن۔ کینیا)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کینیا کو 5،6/ دسمبر 2015ء بروز ہفتہ و اتوار نیشنل ہیڈکوارٹر نیروبی میں اپنے پچاسویں جلسہ سالانہ کے انعقاد کی توفیق ملی۔

کینیا میں سب سے زیادہ شائع ہونے والے اخبار ”The Nation“ نے اپنی 3/ نومبر 2015ء کی اشاعت میں پیرس حملوں کی مذمت میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پریس ریلیز حضور انور کی تصویر کے ساتھ شائع کیا اور جلسہ سالانہ کینیا اور جماعت احمدیہ کینیا کے ”ٹال فری“ (Toll Free) نمبر کو بھی جگہ دی گئی۔

جلسہ سالانہ کے انتظامات

اس دفعہ مردانہ جلسہ گاہ کے لئے ایک بہت بڑی مارکی نصب کی گئی اور جلسہ سالانہ کے مرکزی موضوع Islam is a Religion of Peace کی مناسبت سے تیار کردہ مختلف بینر جلسہ گاہ کے اندر اور باہر آویزاں کئے گئے۔ مردانہ اور زنانہ جلسہ سائٹ پر بکسٹال و دیگر سٹالز لگائے گئے۔

مہمانوں کی آمد اور ڈیوٹیز کا باقاعدہ افتتاح

جلسہ کے مہمانوں کی آمد کا سلسلہ 3/ دسمبر بروز جمعرات کو شروع ہو گیا تھا۔

4/ دسمبر کو ڈیوٹیز کا باقاعدہ افتتاح مکرم امیر صاحب نے انتظامات کے معائنہ کے بعد دعا سے کیا۔ بعد ازاں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جمعہ مردانہ اور زنانہ مارکیز میں سنایا گیا۔ بیشتر مہمانان کرام جمعہ کی شام تک پہنچ چکے تھے۔ تاہم ایک بڑی تعداد رات کو سفر کر کے ہفتہ کی صبح پہنچی۔

جلسہ سالانہ کا پہلا دن 5/ دسمبر 2015ء

جلسہ سالانہ کے پہلے دن کا آغاز باجماعت نماز تہجد، نماز فجر اور قرآن کریم کے درس سے کیا گیا۔

پہلے اجلاس سے قبل مشن ہاؤس کے احاطہ میں لوائے احمدیت مکرم طارق محمود ظفر صاحب امیر جماعت کینیا اور کینیا کا قومی پرچم مکرم معلم قاسم خطیب صاحب نیشنل سیکرٹری رشتہ ناطہ نے لہرایا۔ دعا کے بعد ساڑھے نو بجے افتتاحی تقریب کا آغاز ہوا۔

جلسہ سالانہ کا پہلا اجلاس

جلسہ سالانہ کے پہلے اجلاس کا آغاز مکرم طارق محمود ظفر صاحب امیر جماعت کینیا کی زیر صدارت تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ مکرم معلم Mohammed Mwakurichwa صاحب نے تلاوت کی اور سواحیلی

ترجمہ بھی پیش کیا۔ اس کے بعد مکرم محمد عدنان ہاشمی صاحب مبلغ سلسلہ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عربی قصیدہ کے کچھ منتخب اشعار خوش الحانی سے پڑھے اوران کا سواحیلی ترجمہ پیش کیا۔

بعد ازاں مکرم امیر صاحب نے افتتاحی خطاب کیا۔ آپ نے آیت کریمہ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ کو بنیاد بنا کر اسلام میں آزادیٔ ضمیر، آزادیٔ مذہب، آزادیٔ اظہار و خیال اور عدل و انصاف سے متعلق اسلام کی خوبصورت تعلیمات کو پیش کیا۔ اور وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ کے تحت اسلام میں احترام انسانیت، مساوات اور مذہبی رواداری کی اعلیٰ اسلامی تعلیمات بیان کرتے ہوئے بتایا کہ اسلام ایک پُرامن مذہب ہے جس کی جملہ تعلیمات انسانی فلاح و بہبود، امن کے قیام اور باہمی اخوّت ومحبت اور بلاتفریق رنگ و نسل انسانوں کی خدمت پر مشتمل ہیں اور اسلام کو متشددانہ مذہب قرار دینے والے یا تو اسلامی تعلیمات سے واقف نہیں یا پھر ضد اور تعصب سے کام لے رہے ہیں یا پھر وہ ان چند گمراہ مسلمانوں کے طرز عمل کو ہی عین اسلام سمجھتے ہیں جن کا عمل کلیتاً اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔

جلسہ سالانہ کا دوسرا اجلاس

مختصر وقفہ کے بعد جلسہ کا دوسرا سیشن مکرم نعیم احمد شاہ صاحب نائب امیر کینیا کی زیر صدارت تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ مکرم عطاء المجیب ملک صاحب نے تلاوت کی۔ مکرم سمیر احمد شیخ صاحب نے سواحیلی ترجمہ پیش کیا۔

بعد ازاں مکرم اسماعیل بکاری صاحب نے سواحیلی نظم پیش کی۔ خاکسار محمد افضل ظفر مبلغ سلسلہ نے ”اسلام امن وسلامتی کا مذہب ہے“ کے عنوان پر انگریزی میں تقریر کی اور اسلام کی پرامن تعلیم از روئے قرآن، حدیث، تحریرات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام و ارشادات خلفائے احمدیت پیش کیں اور بتایا کہ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو ساری انسانیت کو مخاطب کرتا ہے اور تمام انسانوں کو یکساں حقوق زندگی اور آزادی مذہب عطا کرتا ہے اور دوسروں کے مذہبی عقائد کا احترام سکھاتا ہے اور تمام ایسے جذبات اور رویوں کی نفی کرتا ہے جو مخرب الامن اور مخرب الاخلاق ہوں۔

اس کے بعد معزز مہمان مکرم G. Narayan Swamy صاحب جو انڈین ہائی کمیشن میں Head of consular Affairs ہیں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ آپ نے کہا کہ جماعت احمدیہ نے انہیں دوسری دفعہ مدعو کرنے کی عزت دی ہے جس پر وہ جماعت کے بے حد ممنون ہیں۔ جماعت احمدیہ وہ واحد جماعت ہے جو اپنے قول اور فعل سے اسلام کی سچی تعلیم جو امن ومحبت اور اخوت پر مبنی ہے پیش کر رہی ہے اور جماعت کا ماٹو ”محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں“ ہی وہ اصول ہے جس کو اپنا کر لوگوں کے دل جیتے جا سکتے ہیں اور نفرتوں کو کم کیا جا سکتا ہے اور یہی اسلام کی حقیقی تعلیم ہے۔ جو کچھ قتل و غارت اسلام کے نام پر بعض لوگ کر رہے ہیں وہ قطعاً اسلام نہیں۔

جلسہ سالانہ کا تیسرا اجلاس

کھانے کے وقفہ کے بعد تین بجے سہ پہر تیسرا اجلاس مکرم عبداللہ حسین جمعہ صاحب مربی سلسلہ کی زیر صدارت تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوا۔ مکرم معلم Abubakar Mohammed Chibanda صاحب نے تلاوت کی اوران کا سواحیلی ترجمہ مکرم عبدالعزیز Gakuria صاحب نے پیش کیا۔

بعد ازاں مکرم معلم سالم موسیٰ Lubanga صاحب نے ایک سواحیلی نظم نہایت خوش الحانی سے پڑھی۔

مکرم فہیم احمد لکھن صاحب انچارج مبلغ Nyanza ریجن نے ”اطاعت نظام جماعت“ کے موضوع پر انگریزی میں تقریر کی۔ آپ نے قرآن کریم کی آیات مبارکہ، احادیث نبویہ ﷺ، ارشادات عالیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے احمدیت کی روشنی میں نظام اور اس کی اطاعت کی اہمیت، افادیت اور برکات بیان کیں اور بتایا کہ نظام جماعت سے منسلک رہنا اپنے آپ کو امن و عافیت کے حصار میں محفوظ کرنا ہے جبکہ اس سے الگ ہونا اخلاقی، عملی اور روحانی تنزل کا موجب بنتا ہے۔

بعد ازاں مکرم معلم عبداللہ مرتضیٰ Wanyasi صاحب نے ”امن عالم خلافت احمدیہ سے وابستہ ہے“ کے موضوع پر تقریر کی۔ آپ نے نظام خلافت کی اہمیت، اس کی برکات اور اس کے ذریعہ قائم ہونے والے محبت کے

بقیہ صفحہ نمبر 4 پر ملاحظہ فرمائیں